ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں، ترا محرمِ راز ہے رُوحِ امیں
تُو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا، ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم
(اعلیٰ حضرت)

المحرر فی قولہ تعالیٰ

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ

کا سلیس اُردو ترجمہ بنام

عِصمتِ سیّد المعصومین ﷺ

تصنیف

الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ و تشریح

مُفتی عبد القیوم مصباحی

استاذ و مفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور

ناشر: الجامعۃ الیار علویہ فیض العلوم

قصبہ سکندر پور ضلع بستی یوپی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰى ۝٢ وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۝٣ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ۝٤

"تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ بہکے، نہ بے راہ چلے۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو جو فرماتے ہیں محض وحی الٰہی ہوتی ہے جو انھیں کی جاتی ہے۔"

(النجم/ ۵۳، آیت، ۲، ۳، ۴)

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

اَلۡمُحَرَّرُ فِیۡ قَوۡلِهٖ تَعَالٰی:

لِیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

کا اردو ترجمہ بنام

عصمتِ سید المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تصنیف

اَلۡاِمَامُ جَلَالُ الدِّیۡنِ السُّیُوۡطِیۡ رحمہ اللہ تعالیٰ

۸۴۹ھ ـــــــــــ ۹۱۱ھ

ترجمہ و تشریح

مفتی عبد القیوم مصباحی

استاذ و مفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز، کھجرانہ، اندور، ایم. پی.

ناشر: الجامعۃ الیار علویہ فیض العلوم قصبہ سکندر پور ضلع بستی، یوپی

<u>جملہ حقوق محفوظ</u>

نام کتاب	:	المحرر فی قولہٖ تعالیٰ:
		لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ
مصنف	:	امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ	:	عصمت سید المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مترجم وشارح	:	مفتی عبد القیوم مصباحی
تقدیم	:	مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی
تقریظ	:	ادیب شہیر علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی
نظر ثانی وتصحیح	:	مولانا افتخار احمد خان علیمی نظامی
		مولانا الحاج محمد اکمل حسین رضوی
کمپوزنگ	:	خان پریس، بستی
اشاعت اول	:	شوال المکرم ۱۴۴۳ھ/مئی ۲۰۲۲ء
ناشر	:	الجامعۃ الیار علویہ فیض العلوم قصبہ سکندر پور ضلع بستی، یوپی
صفحات	:	104
موبائل نمبر	:	+91-8858338599
ای۔میل	:	abdulqaiyoom95@gmail.com
ملنے کے پتے	:	الجامعۃ الیار علویہ فیض العلوم قصبہ سکندر پور ضلع بستی، یوپی
		قادری کتاب گھر، نزد ٹاؤن کلب پکہ بازار بستی، یوپی
		مکتبہ برکاتیہ نظامیہ، اگیا بازار ضلع سنت کبیر نگر، یوپی



فہرست

اَلْمُحَرَّرُ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی: لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ

عصمت انبیاء علیہم السلام

مختصر سوانح امام سیوطی علیہ الرحمہ

۷۸۶/۹۲

شرف انتساب

نہایت خلوص وعقیدت کے ساتھ یہ حقیر کاوش

اساتذۂ کرام دامت فیوضہم القدسیہ کی بارگاہوں میں پیش ہے۔

ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

حقیقت میں یہ کام میرا نہیں، بلکہ میرے انہیں اساتذۂ کرام

کا ہے جنہوں نے اس بے مایہ کو کسی لائق بنا دیا۔

:

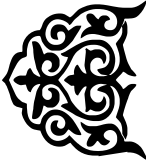
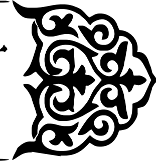
عبد القیوم مصباحی

خادم التدریس والافتاء جامعہ غوثیہ غریب نواز

کھجرانہ، اندور

◆◆◆

تقدیم

مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہٗ العالی
شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم، گھوسی ضلع مئو، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تاریخ اسلام کی بلند پایہ علمی وعبقری شخصیت حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۸۴۹ھ تا ۹۱۱ھ) کی ہے، جن کی ذات جامع علوم وفنون تھی، بلند مرتبہ مفسر اور عظیم محدث تھے، ایک بالغ نگاہ فقیہ، ایک متبحر عالم علوم قرآن، طبقات نگار، مؤرخ، شعر وادب کے رمز شناس اور ماہر عربیت بھی تھے۔ کثیر التصانیف مصنف وبزرگ تھے، اساتذہ آپ کی بلند پائیگی کے معترف تھے اور ان کی رائے پر اعتماد کرتے، حسن المحاضرہ میں اپنے استاذ علامہ شمنی کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شمنی نے شفا کے حاشیے میں واقعۂ اسراء میں ابو الحمراء کی حدیث درج کی اور اس کو ابن ماجہ کی تخریج بتایا، میں نے بار بار ابن ماجہ دیکھی مگر یہ حدیث نہ ملی، ابن قانع کی معجم الصحابہ میں تلاش کیا اس میں یہ حدیث موجود تھی، شیخ سے عرض کیا، انہوں نے محض میری سماعت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے نسخے سے ابن ماجہ کاٹ کر ابن قانع لکھ دیا۔''

امام سیوطی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی مختلف موضوعات پر اہم کثیر کتابیں ہیں، اس لحاظ سے وہ مصنفین اسلام کی جماعت میں سرفہرست نظر آتے ہیں انہیں اسلامی علوم وفنون کے ہر شعبے پر کامل دستگاہ حاصل تھی اور ان میں ہر ایک پر قلم اٹھایا، ان کی تصانیف، تفسیر، اصول تفسیر، علوم القرآن، حدیث اور اس کے متعلقات، فقہ، اصول فقہ، اصول دین، اصول تصوف، لغت، نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، ادب، انشا، شعر، تاریخ جیسے اہم موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن خود امام سیوطی کے بیان کے مطابق

کتابوں کی تعداد ۵۳۵ ہے۔

زیر نظر کتاب ”عصمت سید المعصومین ﷺ“ امام سیوطی کی کتاب ”المحرر فی قولہٖ تعالیٰ: لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَأَخَّرَ“ کا اردو ترجمہ اور تشریح ہے۔ جو فاضل نوجوان مفتی عبد القیوم مصباحی کی کاوش فکر و قلم کا ثمرہ ہے۔ مترجم نے عصمت انبیاء علیہم السلام کے تعلق سے وارد ہونے والے مردود خیالات و تصورات کی تردید شرح کتاب میں وضاحت کے ساتھ دلائل کی روشنی میں پیش کی ہے۔ اس طرح مترجم و شارح نے دور حاضر کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کتاب کا ترجمہ بہت سلیس، عام فہم اور تشریح بھی اغلاق سے پاک وصاف اور سہل وسادہ زبان میں ہے، جس سے اردو والوں کا عام طبقہ بھی پورے طور پر فائدہ حاصل کرسکتا ہے اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب کے مطالب و معانی کو بخوبی ذہن نشین کر کے اپنی علمی بصیرت اور قوت ایمانی کا مواد فراہم کرسکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مفتی صاحب کی اس سعی بلیغ کو قبول فرمائے اور مقبول خاص و عام بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد عاصم اعظمی

بیت الحکمت، کریم الدین پور گھوسی، مئو، یوپی

یکم رجب المرجب ۱۴۴۳ھ / ۳ فروری ۲۰۲۲ء بروز جمعرات



تقریظ

یادگار اسلاف، استاذ الاساتذہ، ادیب شہیر

حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی دام ظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم مدینۃ العربیہ

دوست پور، سلطان پور، یوپی وسابق صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفے چند

کثیر التصانیف اسلامی اسکالرس اور مصنفین کی فہرست میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان متوفیٰ ۹۱۱ھ کا نام نامی اسم گرامی بہت نمایاں ہے، آپ کی ایک اور دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کی تصانیف کو قبول عام بھی حاصل ہوا، اہل علم نے اہمیت دی، ہاتھوں ہاتھ لیا اور خوب استفادہ کیا اسی لیے آپ کی کتابوں کے حوالے بعد کے اہل علم وقلم کی تحریروں میں کثرت سے ملتے ہیں۔

انتہائی قوی الحافظہ اور ذہین تھے، جس کی بدولت اپنے اقران، بلکہ اپنے بعض شیوخ واساتذہ پر بھی سبقت لے گئے، خود فرماتے تھے، مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں...

تحصیل علم کے بعد چالیس سال کی عمر تک تدریس، تصنیف اور افتا وقضا اور دیگر دنیوی تعلقات ختم کر کے گوشہ نشینی، ریاضت وعبادت اور رشد وہدایت میں مشغول ہو گئے، دنیا اور دولت دنیا سے بالکل بے نیاز رہتے تھے، شاہی تحفے اور نذرانے بھی قبول نہیں کرتے تھے۔

امام سیوطی بیداری میں ۷۵ رمرتبہ اور خواب میں ۷۰ ربار سے زائد مرتبہ آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ کو طیِّ ارض کی کرامت حاصل تھی، یہی نہیں، بلکہ اپنے خادم خاص کو اسی کرامت کے فیض سے چند لمحوں میں مصر سے مکہ مکرمہ پہنچا کر طواف خانہ کعبہ کرایا، زمزم پلایا اور پھر مصر واپس لے آئے۔

مستجاب الدعوات بھی تھے، خود فرماتے ہیں: مجھے سات علوم میں کامل مہارت عطا ہوئی، حج کے موقع پر زمزم پی کر ان علوم کے لیے خاص دعا مانگی تھی، وہ سات علوم یہ ہیں (۱) تفسیر

(۲) حدیث (۳) فقہ (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع۔

کم وبیش پانچ سو کتابیں تصنیف کیں، جن میں تفسیر جلالین (نصف اول)، الاتقان فی علوم القرآن، جمع الجوامع نیز الدر المنثور کو غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔

امام سیوطی حدیث کی اپنی کتاب ''جمع الجوامع'' کے بارے میں فرماتے ہیں: میں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا، کیا میں اس کتاب میں سے کچھ آپ کے سامنے پڑھوں؟ ارشاد فرمایا: سناؤ شیخ الحدیث! امام سیوطی فرماتے ہیں: حضور کا مجھے شیخ الحدیث کہنا، ایسی بشارت ہے، جو میرے نزدیک دنیا ومافیھا سے بڑی ہے۔

میرا خیال ہے کہ حضور نے شاید ہی کسی اور کو اپنی زبان سے شیخ الحدیث کہا ہو، حضور کی طرف سے امام سیوطی کے لیے یہ لقب بہت ہی امتیازی شرف کی بات ہے۔

نویں صدی ہجری کے مجدد بھی تھے، کارہائے تجدید واصلاح اپنی کتابوں اور پھر رشد وہدایت کے ذریعے انجام دیے۔

آپ کی ایک مختصر مگر اہم کتاب اَلْمُحَرَّرُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ بھی ہے، اس کا عربی سے اردو ترجمہ ''عصمت سید المعصومین ﷺ'' کے نام سے عزیز مکرم حضرت علامہ مفتی عبد القیوم مصباحی زید مجدہ نے کیا ہے، ترجمہ خوب ہے، میں مکمل تو نہیں پڑھ سکا، مگر کچھ پڑھنے سے اندازہ ہوا کہ سلیس اور رواں ہے، اور مفہوم کی روح ترجمے میں زخمی نہیں ہوئی ہے، نوجوان عالم دین ہیں، لکھنے پڑھنے کا جذبہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم وقلم میں اور برکت دے اور ان سے زیادہ سے زیادہ دینی وعلمی کام لے، خاص طور سے اصلاح وتبلیغ اور تصنیف کے ذریعے، زبان اچھی ہے، قدرت اس میں مزید تاثیر اور شیرینی پیدا فرمائے اور قبول بھی فرمالے۔ آمین! ثم آمین!

مخلص

فروغ احمد اعظمی مصباحی

۲۵ رشوال ۱۴۴۳ھ / ۲۷ رمئی ۲۰۲۲ء

بروز جمعہ مبارکہ

دعائیہ کلمات

نازش علم وفن، نمونۂ اسلاف، حضرت علامہ الحاج نثار احمد بستوی مدظلہ العالی
سابق استاذ دار العلوم اہل سنت تدریس الاسلام بسڈیلہ، سنت کبیر نگر، یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

عصمت سید المرسلین پر جس قدر روشنی کتاب مستطاب ''عصمت سید المعصومین ﷺ'' میں مولانا عبدالقیوم صاحب نے ڈالی ہے وہی حق ہے، اپنی اس کتاب میں موصوف نے اقوال باطلہ ومتضادہ کو قرآن وحدیث اور اقوال مجتہدین کے ذریعہ رد بلیغ فرمایا ہے، قابل تحسین وصد مبارک باد ہے اور نہایت ایمان افروز ہے عصمت انبیاء خصوصاً عصمت سید عالم ﷺ پر اصلاً ونقلاً کلام نہیں جو لوگ رسول پاک کی عصمت کے قائل نہیں وہ لوگ عقائد حقہ سے غافل اور بے دین ہیں۔

امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالی عنہ نے اس عنوان پر پوری تحقیق کر کے ہم مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے۔

میری دعا ہے کہ مولانا موصوف کو خدائے عزوجل مزید قوت تصانیف وتحقیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ آمین

:

:

احقر العباد

نثار احمد

سنت کبیر نگر



کلمات تکریم

پیکرِ اخلاص خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد عارف برکاتی دامت فیوضہم
صدر المدرسین جامعہ غوثیہ غریب نواز، اندور، ایم۔ پی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کا خالق و مالک ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے اس نے بندوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظیم جماعت کو مبعوث فرمایا۔ نبوت کسبی چیز نہیں کہ آدمی عبادت و ریاضت کے ذریعے حاصل کرے بلکہ یہ محض ربانی عطیہ ہے۔ خدائے برتر و بالا جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ اور جسے عطا فرماتا ہے پہلے اسے اس منصب جلیل کے لائق بناتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو منصب نبوت ملنے سے پہلے ہی تمام رذائل و خبائث سے خواہ ان کا تعلق اخلاق سے ہو یا کردار سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ عادات حسنہ، اخلاق شریفانہ سے مزین کر کے ولایت کے جملہ مراتب طے کرا دیئے جاتے ہیں پھر ان ذوات عالیہ کے سروں پر نبوت و رسالت کا تاج سجایا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ عصمت کا معنی کیا ہے؟ اور اس کے حقائق و دقائق کیا ہیں؟ اس کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب آپ کی بھرپور رہنمائی کرے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

زیر نظر کتاب حضرت علامہ مفتی عبد القیوم مصباحی کی مساعی کا مجموعہ ہے۔ مفتی صاحب قبلہ خود بھی جوان ہیں اور ان کا علم بھی جوان ہے۔ ازہر ہند جامعہ اشرفیہ کے معروف فارغین میں آپ کا بھی نام آتا ہے، ان کے علمی مینار کی بلندی کا اندازہ کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جامعہ اشرفیہ سے تحقیق فی الفقہ میں ایک نمبر کے فارغ التحصیل ہیں جن حضرات کے یہاں نمبروں کی زیادتی علم کی زیادتی کی دلیل نہیں ان کی تسکین کے لیے انشاء اللہ مفتی صاحب قبلہ کی یہ کتاب کافی ہوگی۔ یہ کتاب مصنف کی کئی خوبیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ اس سے مصنف کی ترجمہ نگاری، سوانح نگاری اور علمی پختگی کا

پتہ چلتا ہے ہمارا یہ دعویٰ بغیر دلیل نہیں آپ اس کتاب میں پڑھیں گے۔ ہمارے ممدوح موصوف نے پہلے عصمت انبیاء کے عنوان پر امام اجل حضرت امام سیوطی علیہ الرحمہ کے تصنیف کردہ عربی رسالے کا ترجمہ اردو زبان میں فرمایا ہے جو ان کی فن ترجمہ نگاری کا منہ بولتا ثبوت ہے پھر خود اس حساس و علمی موضوع پر قلم اٹھایا تو اختصار اور جامعیت کے ساتھ موضوع سے متعلق اکثر مباحث کو بڑے سہل انداز میں بیان فرمایا کہ باذوق قاری آسانی سے استفادہ کر سکے اور عصمت انبیاء کے عقیدے کو علمی انداز میں سمجھ سکے آپ نے اپنے اس علمی مقالے میں عصمت کا معنیٰ بھی سمجھایا، عصمت سے متعلق مذاہب بھی بیان کئے، علمائے امت کے موقف کو بیان کرتے ہوئے محققین اہل سنت کا مسلک ذکر فرمایا پھر عصمت پر عقلی و نقلی دلائل قائم فرمائے، عصمت پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات ذکر کئے۔ ان قرآنی آیات کے معانی و مطالب سمجھائے جن میں انبیاء یا سید الانبیاء سے متعلق الفاظ "ذنب و مغفرت" وارد ہوئے ہیں۔ ان مباحث کے بیان میں اپنی عقل کا گھوڑا نہ دوڑاتے ہوئے امت کے معتمد و مستند علماء کے حوالے ذکر فرمائے ہیں۔ کتاب کے وہ مقامات بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں جہاں مصنف نے امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خداداد علم کے ذریعہ لفظ ذنب و مغفرت کی گرہ کشائی کرتے ہوئے ان توجیہات کو بیان کیا ہے جو امام اہل سنت نے فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں بیان فرمائی ہیں۔

اخیر میں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا اجمالی تعارف بھی بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ میں نے اس مقالے کو پورا پڑھا اور خوب سے خوب تر پایا، میری نظر میں اس مقالے کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ کوئی بات بغیر دلیل نہیں کہی گئی ہے اور حوالہ جات کا اہتمام رائج الوقت کے اعتبار سے جدید انداز میں کیا گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی اس سعی خیر کو قبول فرمائے اور فکر و قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد عارف برکاتی

خادم جامعہ غوثیہ غریب نواز، اندور، ایم. پی.



کلمات تحسین

صاحب خلوص ووفا حضرت علامہ مولانا افتخار احمد خان علیمی نظامی صاحب قبلہ

سابق استاذ دار العلوم اہلسنّت تدریس الاسلام بسڈیلہ، سنت کبیر نگر، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلّی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم - اما بعد!

عصمتِ انبیا کے موضوع پر اور خاص طور پر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی عصمت پر سلف سے خلف تک بہت سارے بزرگوں نے خامہ فرسائی کی ہے، مگر ان حضرات کی بیشتر تحریریں عربی زبان میں ہیں، اس زمانے میں جب کہ علم و تحقیق زوال پذیر ہیں، بزرگوں کی علمی تراث کو نئے رنگ وآہن، ترجمہ، تحقیق اور تحشیہ کے ساتھ منظر عام پر لانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

یہ رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، عزیز گرامی حضرت مولانا مفتی عبد القیوم مصباحی صاحب (استاذ و مفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز، کھجرانہ، اندور، ایم. پی.) نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کے ایک گراں قدر اور نادر رسالے "اَلْمُحَرَّرُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ" کا "عصمتِ سید المعصومین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم" کے نام سے سلیس اردو زبان میں ترجمہ و تشریح کر کے کسی حد تک اس ضرورت کو پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالے کو قبولِ عام و تام عطا فرمائے، اور مفتی صاحب کو بہتر سے بہتر انداز میں دین متین کی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

افتخار احمد خان علیمی نظامی

متوطن: پگار ضلع بستی مقیم حال: شہر بستی، یوپی

مورخہ: ۲؍ رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ/ ۴؍ اپریل ۲۰۲۲ء بروز دوشنبہ



اپنی بات

الحمدلولیّه، والصلوٰة علی نبیّه، وعلی آله وأصحابه المتأدبین بآدابه

بفضل ربی اس رسالہ کا ترجمہ ۲۰۲۰ء ہی میں مکمل ہو گیا تھا۔ بایں طور کہ ایک دن جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور میں احباب کے درمیان سورہ فتح کی آیت۔ ۲ کے سلسلے میں گفتگو چلی۔ میں نے عرض کیا کہ اس آیت پر امام سیوطی علیہ الرحمہ کا ایک مختصر، وقیع رسالہ موجود ہے جس میں آپ نے بارہ سے زیادہ اقوال، مقبول ومردود اور ضعیف کی وضاحت کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔ احباب نے کہا کیا ہی اچھا ہوا گر اس کا ترجمہ کر دیں تا کہ ٹائپ کرا کے طلبا واُردو داں طبقہ میں وقت ضرورت تقسیم کیا جا سکے۔ درس وتدریس، فتویٰ نویسی اور دیگر مصروفیات سے ہر روز ایک آدھ گھنٹہ نکال کر ترجمہ کا کام شروع کیا ابھی مکمل ہوا ہی تھا کہ لاک ڈاؤن کا اعلان ہو گیا اور اسی درمیان دیگر نامساعد حالات بھی درپیش آئے جس کی وجہ سے یہ کام رُک گیا۔ تقریباً دس ماہ کے بعد جب دوبارہ اندور آنا ہوا تو پچھلے ترجمہ پر جہاں جہاں حاشیہ کی ضرورت محسوس ہوئی، حاشیہ لگایا اور مسئلۂ عصمت کی مزید وضاحت کے لیے مستقل ایک نئے مختصر معلوماتی مضمون کا اضافہ کر کے کتابی شکل دے دیا۔

پیش نظر کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ حصۂ اول امام سیوطی علیہ الرحمہ کے رسالہ کا ترجمہ ہے۔ اس کی فہرست سرنامہ وہیڈنگ کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ذکر کردہ مضمون ومسائل کے اعتبار سے ہے۔ حصۂ دوم عصمت کے عنوان پر ایک مختصر مفید ومعلوماتی مضمون ہے اور حصہ سوم میں امام سیوطی علیہ الرحمہ کی مختصر سوانح کو جامع طور پر پیش کیا گیا ہے۔

سراپا ممنون ہوں مؤرخ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ النورانی شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم گھوسی کا جنہوں نے حضرت علامہ محمد ابوالوفا رضوی بھیروی استاذ دارالعلوم حق الاسلام لال گنج بازار بستی کی درخواست پر گراں قدر مقدمہ تحریر فرما کر کتاب کی اہمیت کو چار چاند لگاتے ہوئے اسے درجۂ استناد عطا فرمایا۔ مولائے قدیر آپ کے علمی فیضان سے ہم کو مستفید فرمائے۔

یادگار اسلاف، استاذ الاساتذہ، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور وسابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی نے استاذ گرامی وقار حضرت علامہ مولانا افتخار احمد خان علیمی نظامی صاحب کی درخواست پر ایک پر مغز

تقریظ عنایت فرما کر کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر کے مجھ بے مایہ پر بڑا کرم فرمایا، میں حضور والا کے اس کرم کا بے حد ممنون ہوں۔ مولائے کریم آپ کا سایۂ کرم دراز فرمائے۔

استاذ گرامی، نازش علم وفن، نمونۂ اسلاف حضرت علامہ الحاج نثار احمد بستوی مدظلہ العالی سابق استاذ دارالعلوم اہلسنّت تدریس الاسلام بسڈیلہ کہ جنہوں نے بطور دعا چند کلمات سپرد قرطاس کر کے مجھے عنایت فرمایا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے بھی نوازا۔ میں آپ کی اس نوازش کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ مولائے قدیر آپ کا سایۂ عاطفت دراز فرمائے۔

پیکر اخلاص، خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد عارف برکاتی دامت فیوضہم صدرالمدرسین جامعہ غوثیہ غریب نواز اندور کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھ ہیچ مداں کو اس کتاب کی ترتیب میں مفید مشوروں سے نوازا اور جب بھی کسی طرح کی کوئی ضرورت پڑی تو آپ خندہ پیشانی سے میرے ساتھ رہے۔ مزید براں کتاب کے متعلق چند کلمات بطور تکریم پیش کر کے میری حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

سخت ناسپاسی ہوگی اگر میں اسیر خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد ابوالوفا رضوی بھیروی زادہٗ اللہ علماً وشرفاً کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود بعض مقامات سے کتاب کا مطالعہ فرمایا اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ مولائے کریم اپنی بارگاہ ناز سے اِنہیں بے پایاں اجر مرحمت فرمائے۔

عزیز دوست حضرت مولانا حافظ وقاری الحاج محمد اکمل حسین صاحب قبلہ استاذ دارالعلوم اہلسنّت تدریس الاسلام بسڈیلہ کے لیے تشکر کی سوغات جو ہمیشہ میرے روشن مستقبل کے لئے فکر مند اور دعا گو رہتے ہیں۔ زندگی کے ہر موڑ پر ان کی مثبت رہنمائی میرے لیے مشعل راہ کا کام کرتی ہے۔ اور اپنے اُن تمام کرم فرماؤں کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش ہے جو گاہے بہ گاہے کوتاہیوں پر نشاندہی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام محسنین کو اپنی بارگاہ سے بے پایاں اجر مرحمت فرمائے۔

الجامعۃ الیار علویہ فیض العلوم، قصبہ سکندر پور ضلع بستی کے اراکین ومعاونین کو اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی خوشیاں عطا فرمائے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے مصارف کو بخوشی اپنے ذمہ لیا اور

بڑے خلوص کے ساتھ دریا دلی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں دینی خدمت گزاری، علماء کی قدر شناسی، جذبہ ایثاری، اخلاص کے ساتھ خیر خواہی کی توفیق خاص ملی ہوئی ہے جو کسی کسی کو ملتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

بے حد ناشکری ہوگی اگر ذکر نہ کروں اپنی مشفقہ، محسنہ ماں کو جس نے مجھے اپنا خون جگر پلایا اور سرد و گرم حالات میں اپنی آغوش محبت کو میری پناہ گاہ بنایا اور اپنے مشفق و مہربان باپ کو جس نے ہمیشہ مجھے سنوارنے کی کوشش کی اور مصائب و آلام کی بھٹی میں سلگتے ہوئے بھی مجھے طلب علم کے لئے آزاد رکھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان کے سایہ شفقت و محبت کو میرے سر پر تا دیر قائم رکھے اور ارضی و سماوی آفات سے محفوظ رکھے۔ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ اس کتاب میں صحت ترتیب، سلیس ترجمہ اور عمدہ پیرایہ کا خیال رکھا گیا ہے۔ تمام حوالہ جات و عبارات کو اصل کتاب سے دیکھ کر پوری تحقیق و احتیاط کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ لیکن انبیائے کرام کے علاوہ اس دنیا میں کوئی انسان نہیں جس کے بارے میں کہا جائے کہ وہ معصوم عن الخطا ہے لہٰذا اہل علم سے التماس ہے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی خامی و کوتاہی نظر آئے تو کتاب کو ہدف تنقید نہ بنا کر خلوص نیت کے ساتھ مجھے ضرور مطلع فرمائیں تا کہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔

اخیر میں دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت میری اِس ادنیٰ کاوش کو قبول فرما کر ذریعۂ نجات بنائے اور اس سے اہل سنت و جماعت کے عقیدۂ حق و امتیاز ''عصمت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام'' کو مزید تقویت بخشے۔ آمین بحرمة النبی الکریم الأمین علیه و علی آله افضل الصلوات و اکمل التسلیم۔

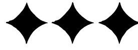
الراجی رحمة ربه و شفاعة رسوله

عبد القیوم مصباحی

استاذ و مفتی جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور، ایم۔ پی۔

۶/ ذوالقعدہ ۱۴۴۳ھ/ ۷/ جون ۲۰۲۲ء بروز سہ شنبہ





عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما:

قَالَ: نَھیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم، عَنِ الوِصَالِ قَالُوْا: إِنَّکَ تُوَاصِلُ

قَالَ: إِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ إِنِّی أُطْعَمُ وأُسْقیٰ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صوم وصال (سحری وافطاری کے بغیر مسلسل روزہ رکھنے) سے منع فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**میں ہرگز تمہاری مثل نہیں ہوں۔ مجھے تو (اپنے رب کے ہاں) کھلایا اور پلایا جاتا ہے**''

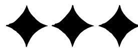
(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الوصال، ج:۱ص: ۲۶۳ مجلس برکات)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ

اَبَدًا وَّعِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یَخْلُقُ

(یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔) (حیاۃ الحیوان الکبری، باب الھمزۃ قبل باب خلافۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج:۱ص:۵۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)



بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡمَعۡصُوۡمِيۡنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ أَصۡحَابِهٖ أَجۡمَعِيۡنَ۔

اَمَّا بَعۡدُ، فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ط

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ﴿١﴾ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ﴿٢﴾ وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ﴿٣﴾ (القرآن، سورۃ الفتح)

بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔(کنزالایمان)

مصنف (امام جلال الدین سیوطی) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے اس فرمان: لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کے بارے میں مجھ سے سوال کیا گیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے گناہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ آپ معصوم ہیں؟

میں (امام سیوطی علیہ الرحمہ) اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں: اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔جن میں سے بعض مقبول ہیں، بعض مردود ہیں اور کچھ ضعیف ہیں۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اعلان نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہونے پر قطعی دلائل موجود ہیں۔

امام تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۶۸۳ھ۔۷۵۶ھ) اپنی تفسیر (الدر النظیم فی تفسیر القرآن العظیم، ص:۲۰۷) میں فرماتے ہیں:

اس آیت کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جن میں بعض کی تاویل کرنا لازم ہے اور بعض کی تردید کرنا واجب ہے۔

پہلا قول: اِنَّ الۡمُرَادَ بِهٖ مَاكَانَ فِى الۡجَاهِلِيَّةِ، قَالَهٗ مُقَاتِلٌ۔

مقاتل نے کہا: اس آیت کریمہ میں 'ذنب' سے مراد وہ امور ہیں جو آپ ﷺ سے زمانۂ جاہلیت میں سرزد ہوئے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مقاتل کا یہ قول مردود ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے لیے کوئی جاہلیت نہیں ہے۔

دوسرا قول: اَنَّ الْمُرَادَ مَاکَانَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ۔

اس آیت میں 'ذنب' سے مراد وہ امور ہیں جو اعلان نبوت سے پہلے صادر ہوئے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی (یعنی پوری زندگی) معصوم ہیں۔

تیسرا قول: قَوْلُ سُفْیَانِ الثَّوْرِیُّ، مَاعَمِلْتَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَمَالَمْ تَعْمَلْ۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اعمال ہیں جو آپ ﷺ نے زمانہ جاہلیت میں کیا اور وہ جو نہیں کیا۔

امام سبکی فرماتے ہیں: وَھُوَ مَرْدُوْدٌ بِمِثْلِ الَّذِیْ قَبْلَهٗ۔ کہ یہ قول بھی اس سے پہلے قول کی طرح مردود ہے اور اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

''وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف زمانہ جاہلیت اور گناہ کی اسناد درست نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد، ہمیشہ کے لئے معصوم رہے۔''

چوتھا قول: مَا تَقَدَّمَ۔ مِنْ حَدِیْثِ مَارِیَّةَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ مِنْ اِمْرَأَةِ زَیْدٍ یعنی 'مَا تَقَدَّمَ' سے مراد حدیث حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے، اور 'مَا تَأَخَّرَ' سے مراد حضرت زید کی اہلیہ (زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا قصہ ہے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ قول باطل ہے کیونکہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ کے قصے میں سرے سے کوئی گناہ ہے ہی نہیں اور جس شخص نے ایسا (گناہ کا) اعتقاد رکھا تو یقیناً اس سے سخت غلطی ہوئی ہے۔

پانچواں قول: جَمِیْعُ مَا فَرَطَ مِنْکَ

یہ قول زمخشری کی جانب منسوب ہے وہ کہتے ہیں: اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقصیرات ہیں یعنی آپ سے جو بھی کمی ہوئی ہے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **وَهٰذا مَردودٌ أيضاً** کہ یہ قول بھی مردود ہے۔

پہلی بات: عصمت کے بیان میں امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام، دعوت وتبلیغ اور اس کے علاوہ دیگر امور میں مثلاً کبائر سے، ان صغائر رذیلہ سے جو انبیائے کرام کی شان سے گرے ہوئے ہوں اور صغائر پر مداومت وہمیشگی سے معصوم و پاک ہیں۔

مذکورہ بالا ان چاروں امور پر تو بالکل اجماع ہے۔

البتہ ان صغائر میں اختلاف ہے جو انبیاء کرام کی شان کے خلاف نہ ہوں۔

فرقہ معتزلہ اور اس کے علاوہ علماء کی ایک جماعت اس کے جواز کی طرف گئی ہے۔ جب کہ مختار قول میں اس کی بھی ممانعت ہے۔ اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قول و فعل کے اعتبار سے جو کچھ صادر ہو، ہم ان تمام کی پیروی کرنے پر مامور ہیں تو کیسے ہوسکتا ہے کہ ان سے کوئی ناپسندیدہ فعل واقع ہو جب کہ ہم اس فعل کی اقتدا پر مامور ہوں؟

البتہ فرقہ حشویہ نے انبیائے کرام پر جرأت کی ہے کہ مطلقاً انبیاء کرام سے صغائر کے صدور کے جواز کی نسبت کی ہے۔ اگر یہ ان کے حوالے سے صحیح بات ہے تو وہ ہمارے ذکر کردہ اجماع کو بدلنے والے ہوں گے، پس یہ لائق التفات نہیں۔

وہ لوگ جو صغائر کو انبیاء کرام کے لیے جائز کہتے ہیں وہ بھی کسی نص یا دلیل سے نہیں کہتے ہیں۔ انہوں نے صرف اسی آیت اور اس جیسی دوسری آیات مبارکہ سے اخذ واستدلال کیا ہے جب کہ اس کا جواب تو بالکل ظاہر ہے۔[۱]

اور دوسرے وہ لوگ جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ایسے صغائر کو جائز کہتے

---

[۱] تفصیلی جواب اِس ترجمہ کے متصلاً بعد ایک معلوماتی اور مفید مضمون کی صورت میں آیت کریمہ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اور عصمت انبیاء پر شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد مضمون کا مطالعہ بھی ضرور فرمائیں۔ لیکن مختصراً یہ جان لیں کہ انبیائے کرام تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیوں کہ . . .

ہیں جو قبیح نہ ہوں۔

ابن عطیہ کہتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ صغائر غیر قبیحہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صادر ہوا ہے یا نہیں؟

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ (صغائر غیر رذیلہ بھی) صادر نہیں ہوا ہے۔ اور اس کے برعکس کا گمان بھی کیسے کیا جاسکتا ہے؟ کیوں کہ فرمان الٰہی ہے:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ﴿۴﴾ (القرآن، سورۃ النجم)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو اُنھیں کی جاتی ہے۔ (کنزالایمان)

اور رہا سرکار کے فعل کا معاملہ تو اس میں بھی کوئی نازیبا بات نہیں ہوسکتی کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع سے بطور یقین یہ بات معلوم ومشہور ہے کہ سارے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر عمل کی طرف خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، چھوٹا ہو یا بڑا یقینی طور پر رجوع کرتے اور آپ کی اتباع کرتے تھے اور صحابہ کرام کے یہاں اس بارے میں کسی قسم کا توقف اور اختلاف نہیں تھا۔ کسی تحقیق وجستجو کے پیچھے نہیں پڑتے تھے کہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلوت والے اعمال مبارکہ سے بھی واقفیت وآگاہی اور اس پر عمل کے انتہائی مشتاق وحریص رہتے تھے، خواہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی اتباع کا علم ہو یا نہ ہو۔[۱]

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احوال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام احوال از اول تا آخر (ولادت باسعادت سے لے کر وصال مبارک تک) جان لے

...اللہ تعالیٰ نے مطلقاً انبیائے کرام کے اقوال وافعال کی اتباع کا حکم دیا ہے، اور اگر نبی سے بھی گناہ صادر ہو تو اس کی اتباع ناجائز وحرام ہوگی کیونکہ اس صورت میں وہ گناہ بھی کرنا پڑے گا جو نبی نے کیا ہے ورنہ ان کی کامل اتباع نہ ہوسکے گی۔ لہٰذا نبی کی اتباع کا حرام ہونا قطعاً باطل ہے تو نبی سے گناہ کا صادر ہونا بھی باطل ہوگا۔

[۱] خلاصہ کلام یہ کہ گناہ اور معصیت کے کام کا ارتکاب ووقوع دو قسموں میں منحصر ہے۔ ایک وہ گناہ جو...

تو وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرے گا کہ وہ حضور ﷺ کے متعلق ایسا تصور بھی کرے۔

امام سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہ (حضور ﷺ کی طرف گناہ صغیرہ کی نسبت والا) جملہ اتنا شنیع ہے کہ اگر یہ قول بیان نہ کیا گیا ہوتا تو میں اس کا ذکر تک نہ کرتا اور ہم اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس قول سے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔

یہ مذکورہ کلام وتبصرہ زمخشری کی اس آیت لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ الآیۃ کے تحت بیان کردہ تفسیر کے بارے میں ہے۔

دوسری بات: معاذ اللہ! اگر یہ قول تسلیم بھی کرلیا جائے تو ایسا دشمنانہ قول اور ناممکن وحقیر چیزوں (صغائر وغیرہ) کا ذکر یہاں مناسب نہیں ہے۔ جب کہ یہ آیت کریمہ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ حضور ﷺ کی عظمت شان کی طرف اشارہ کررہی ہے اور اس کو فتح مبین سے ظاہر کررہی ہے جو کہ تعظیم وتکریم پر محمول ہے لہٰذا اس کا "ذنب" وغیرہ پر محمول کرنا بلاغت سے دور ہے۔

یہ سارا کلام امام سبکی علیہ الرحمہ کا ہے جو زمخشری کے قول کو رد کرنے کے لیے تحریر فرمایا ہے۔ [ا]

چھٹواں قول: قِیْلَ: اَلْمُرَادُ بِذٰلِکَ مَاکَانَ یَقَعُ مِنْهُ فِیْ صِغَرِہٖ مِنْ خُرُوْجِہٖ مَعَ

... 'قول' سے وجود میں آتا ہے، مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بہتان باندھنا وغیرہ۔

دوسرے وہ گناہ جو اعضا وجوارح سے وجود میں آتا ہے۔ مثلاً کسی پر دست درازی کرنا، کسی غیر محرم کو دیکھنا، کسی کے ساتھ اپنے عمل سے بدسلوکی کرنا وغیرہ۔

پہلی قسم کے صغائر کا صدور سرکار ﷺ سے اس لیے ناممکن ہے کہ خدائے قدوس نے آپ کی زبان مبارک کو وحیِ الٰہی کا ترجمان بنایا ہے، اپنی خواہش نفس سے آپ کوئی بات کہتے ہی نہ تھے۔

اور عملی گناہ کا صدور اس لیے نہیں ہوسکتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمیشہ اس تجسس میں رہتے تھے کہ آپ سے کوئی عمل ظاہر ہو۔ خواہ یہ خلوت میں ہو یا جلوت میں؛ اس پر وہ عمل پیرا ہوجائیں اور حضور اکرم ﷺ نے کبھی ان کو یہ ممانعت نہ فرمائی کہ میرے ہر عمل کی جستجو میں نہ رہو بلکہ آپ کو صحابہ کی اس جستجو کا علم ہو یا نہ ہو، ہر حالت میں ان کو آزاد چھوڑے ہوئے تھے کہ میرے اعمال کی پیروی کرتے رہو اور میرے نقش قدم پر چلتے رہو، لہٰذا اگر سرکار ﷺ سے صغائر کا صدور ہوتا تو آپ کے علم وآگہی کے بغیر صحابۂ کرام کو آپ کے عمل کی پیروی کی اجازت نہ ہوتی۔ ثابت ہوا کہ آپ سے دونوں قسم کے گناہ کا صدور ممکن نہیں ہے۔

[ا] ان اقوال کی تردید سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام خصوصاً سید المعصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف "ذنب"....

اَلْغِلْمَانِ یَلْعَبُ۔

کہا جاتا ہے کہ 'ذنب' سے مراد وہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بچپن میں لڑکوں کے ساتھ کھیل، کود کے دوران صادر ہوئے، یعنی 'ذنب' سے بچپن میں کھیل، کود کے لیے جانا مراد ہے۔ (یہ قول بھی باطل ہے۔)

فضل پیدائشی پر ہمیشہ درود   کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

بچپن کا کھیل کود بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شایانِ شان اور مناسب نہیں، کیونکہ **فَاِنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ، سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ** [۱] بے شک نیکوں کی نیکیاں، مقربین کے حق میں گناہ ہیں۔ (کشف الخفا و مزیل الالباس، حرف الحاء المہملہ ج:۱ ص:۴۰۶ الرقم:۱۱۳۷، مکتبۃ العلم الحدیث)

منزلِ عشق میں تسلیم و رضا مشکل ہے   جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت یحیٰ بن زکریا علیہما السلام کو کمسنی میں بچوں نے کھیل کی طرف بلایا تو آپ نے فرمایا: **لِلَّعِبِ خُلِقْتُ؟** ''کیا میں کھیل کے لیے پیدا کیا گیا ہوں؟ یعنی میں اس کے لیے نہیں پیدا کیا گیا۔'' (تاریخ مدینۃ دمشق، باب حرف الیا ذکر من اسمہ یحیٰ، رقم ۸۱۳۵، ج:۶۴ ص:۱۸۳، دار الفکر بیروت، لبنان)

... بمعنی صغیرہ کی نسبت درست نہیں ہے بلکہ یہ آیت لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و تکریم پر دلیل ہے اور اس آیت کے ''لک'' میں ''لام'' سبب کا ہے۔ لہٰذا اگر قرآن مجید میں گناہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوتی تو لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰه کی بجائے لِیَغْفِرَکَ اللّٰهُ کے الفاظ آتے۔ لَکَ کا 'لام' ظاہر کررہا ہے کہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گناہ کی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے کسی اور کے گناہ بخشے جانے کی بات ہو رہی ہے۔ ترجمہ وہی ہوگا جو مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ نے کنز الایمان میں کیا ہے: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

قائلین صغیرہ کا جواب تو ترجمہ کنز الایمان ہی سے ظاہر ہے۔ اور دوسرا جواب یہ کہ قائلین صغیرہ کے دلائل کی بنیاد اس امر پر ہے کہ 'ذنب' کا معنیٰ 'گناہ' اور 'مغفرت' کا معنیٰ 'بخشش گناہ' ہے حالانکہ یہ الفاظ ان معانی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دوسرے معانی میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح 'عصیان' وہ ہے جو قصداً کیا گیا۔ حالانکہ قرآن حکیم کے عرف میں یہ لفظ قصد کے ساتھ خاص نہیں۔ مزید معلومات کے لیے متصلاً مضمون کا مطالعہ کریں۔

[۱] واضح رہے کہ یہاں سیئات سے گناہ مراد نہیں بلکہ یہاں وہ امور مراد ہیں جو مقربین کی شانِ ارفع و اعلیٰ کے لائق نہیں حالاں کہ وہ حقیقت میں جائز و مباح ہوتے ہیں۔

لہٰذا یہ چھٹواں قول بھی مردود ہے۔اس کی کئی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: تو یہ ہے کہ اس قول کی وجہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی کریم ﷺ پر خصوصیت ظاہر ہوتی ہے جب کہ قطعی طور پر وہ آپ پر فضیلت نہیں رکھتے کیونکہ ہر وہ خصوصیت جو کسی نبی کو دی گئی ہے ویسی یا اس سے بہتر خصوصیت ہمارے آقا ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔

اَنبیا تہ کریں زانواُن کے حضور زانووں کی وَجاہت پہ لاکھوں سلام

''جب حضرت یحیی علیہ السلام بچپن میں کھیل کود سے دور تھے،تو یقیناً ہمارے نبی ﷺ بھی اس صفت سے متصف تھے کیونکہ جو وصف بھی کسی نبی کو دیا گیا،تو اس جیسا یا اس سے عظیم وصف حضور نبی رحمت ﷺ کو عطا کیا گیا۔''

حسنِ یوسف،دمِ عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند،تو تنہا داری

جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ شیر خوارگی میں بھی اپنے رضاعی بھائی کے بارے میں عدل وانصاف فرماتے تھے۔آپ کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو اپنا ایک پستان پیش کرتی تھیں تو آپ اس سے نوش فرماتے جب وہ دوسرا پستان آپ کو پیش کرتیں تو آپ گریز فرماتے اور منہ پھیر لیتے کیونکہ حضور ﷺ کو (بعطاءِ الٰہی) علم تھا کہ آپ کا ایک اور دودھ شریک بھائی بھی ہے۔(الخصائص الکبریٰ، فائدۃ فی ذکر شعر حلیمۃ من ما کانت ترقص بھا النبی ﷺ فی زمان صباہ ج:۱،ص:۱۰۰،دارالکتب العلمیہ ،بیروت،لبنان، الروض الانف،باب من شرح حدیث الرضاعۃ ج:۱،ص:۲۸۶،دارالکتب العلمیہ بیروت۔لبنان)

اور آپ ﷺ فطری طور پر عدل کرنے والے اور جبلی طور پر نوازش وکرم فرمانے والے تھے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس تنصیف پر یوں گویا ہوئے کہ:

بھائیوں کے لئے ترکِ پستاں کریں دودھ پیتوں کی نِصفت پہ لاکھوں سلام

یہ عمل،کھیل کود کو چھوڑنے سے زیادہ عظیم اور بہت بلند ہے جب کہ آپ ﷺ شیر خوارگی کی عمر سے آگے بڑھ چکے ہوں اور یہ ثابت بھی نہیں کہ آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل،تماشے میں شریک ومشغول ہوئے ہوں۔ بلکہ اگر یہ الفاظ احادیث سے ثابت ہوں تو بھی اس کی

مناسب طور پر تاویل کرنا ضروری ہے۔[۱]

دوسری وجہ: یہ ہے کہ 'ذنب' سے مراد بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں کے ساتھ کھیل کے لیے جانے کا قول کرنے والا کیا کرے گا کہ اگر باری تعالیٰ کے قول: مَا تَقَدَّمَ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل کو مراد لیے جائیں تو پھر وہ مَا تَاَخَّرَ کے بارے میں کیا کہے گا؟ اور مَا تَاَخَّرَ سے کون سے غیر شائستہ افعال مراد ہوں گے؟

ساتواں قول: یہ قول امام عطاء خراسانی کا ہے: وہ کہتے ہیں: (مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِ)
أبویک آدم وحواء(وَ مَاتَاَخَّرَ) من ذنب امتک۔'

(مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِ) سے مراد آپ کے والدین، حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی لغزش ہے۔ اور (وَ مَاتَاَخَّرَ) سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے گناہ ہیں۔

یہ قول بھی ضعیف ہے اس کے ضعف کے کئی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: تو یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام معصوم ہیں، ان کی طرف کسی گناہ کو منسوب کرنا درست نہیں، بلکہ یہ ایسی تاویل ہے جو خود تاویل کی محتاج ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ ''ک'' خطاب کے ساتھ مخاطب کیے گئے ایک شخص کے گناہ کو دوسرے شخص کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ تمام امت کے گناہ معاف نہیں ہوں گے بلکہ بعض گناہگاروں کے گناہ بخشے جائیں گے اور بعض کے گناہوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔[۲]

---

[۱] مثلاً پہلی تاویل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچوں کے ساتھ صرف جانے کو لہو و لعب سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری یہ ہے کہ لہو و لعب اس وقت معصیت بنتے ہیں جبکہ شرعاً ان کو ممنوع قرار دے دیا جائے، ظاہر ہے کہ جس وقت شریعت کا ورود ہی نہ ہوا تھا تو درحقیقت یہ امور معصیت ہی نہ تھے۔
تیسری یہ ہے کہ کوئی گناہ کا کام درحقیقت اس وقت عملِ شر بنتا ہے، جب اس کا انجام دینے والا اپنی عمر کی اس منزل کو پہنچ چکا ہو جہاں شعور و احساس کی دولت سے مالا مال قرار دیا جاتا ہو، اور احکام و شرائع کی ذمہ داریاں اس کے سر ڈالی جاتی ہوں۔ لیکن اگر کوئی طفل نابالغ ہو تو کیسے کہیں گے کہ گناہ کا مرتکب ہوا۔
[۲] اس ساتویں قول کا سرسری مطالعہ کرنے والے کو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ کنزالایمان میں سورۃ الفتح آیت: ۲ کا ترجمہ بھی یہی ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس ساتویں قول اور ترجمہ کنزالایمان میں صرف اس قدر اشتراک ہے۔۔۔

آٹھواں قول: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے آپ فرماتے ہیں: **مما یکون** یعنی جو بھی گناہ سرزد ہوں گے، انہیں معاف کردیا جائے گا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس قول کی بھی تاویل کی جائے گی کیونکہ لائق تاویل ہے۔اور کہا جائے گا۔ **مما یکون لو کان** یعنی اگر کوئی لغزش ہوئی ہو یا ہو۔(تو اسے معاف کردیا) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جس مقام پر فائز ہیں اگر بفرض محال ماضی یا مستقبل میں آپ سے کوئی لغزش ہوں بھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے فضل وشرافت اور وجاہت کی وجہ سے ان گناہوں کو بخش دیا۔

نواں قول: اَلْمُرَادُ مَایَقَعُ لَکَ مِنْ ذَنْبٍ وَمَالَمْ یَقَعْ، اَعْلَمَهٗ اَنَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ۔

شفا میں قاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ سے کوئی لغزش ہوئی

... کہ خطاب حضور سید عالم ﷺ سے ہے لیکن 'ذنب' کی نسبت آپ کی طرف حقیقی نہیں۔حقیقت میں 'ذنب' کا تعلق کسی اور سے ہے اور ایجاز حذف یا مجاز عقلی کے طور پر آپ کی طرف اس کی اسناد فرمائی گئی ہے۔رہا اس ساتویں قول میں تو مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ تمہارے اگلوں کے گناہ'' سے گناہ کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ نسبت آپ کے اگلوں یعنی تمام آبائے کرام وامہات طیبات کی طرف کی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا استثناء کیا ہے۔ مَا تَاَخَّرَ تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت وامت مرحومہ مراد لیا ہے۔اس مقام پر مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عبارتِ فتاویٰ رضویہ ملاحظہ ہو:

اسی وجہ پر آیۂ کریمہ سورہ فتح میں لام 'لَكَ' تعلیل کا ہے۔اور مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیّدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام وامہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور مَا تَاَخَّرَ تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت وامتِ مرحومہ، تو حاصل آیۂ کریمہ یہ ہوا کہ ''ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں، پچھلوں کے گناہ۔ والحمد للہ رب العالمین۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹،ص:۴۰۰ پوربندر، گجرات)

اور دوسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی 'الاتقان فی علوم القرآن، الجزء الرابع، ص:۱۴۹۴، النوع الحادی والخمسون فی وجوہ مخاطباتہٖ' میں تحریر فرمایا ہے کہ خطاب قرآنی کی ۳۴/اقسام ہیں جن میں سے ایک قسم **خطاب العین والمراد بہ الغیر** ہے یعنی خطاب نبی سے ہو اور مراد غیر نبی ہوں۔ ان تمام اقسام کو امام موصوف نے قرآن کی مثالوں سے واضح کیا ہے۔خطاب خاص نبی سے ہوں لیکن...

یا نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا کہ آپ مغفور یعنی معاف کیے ہوئے ہیں۔

دسواں قول: اَلْمُتَقَدِّمُ مَاكَانَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ، وَالْمُتَأَخِّرُ: عِصْمَتُکَ بَعْدَهَا

مَا تَقَدَّمَ سے مراد اعلان نبوت سے قبل کی لغزش اور مَا تَاَخَّرَ سے مراد اعلانِ نبوت کے بعد

... مخاطب صرف غیر نبی ہوں۔ اس کی ایک مثال ہدیہ قارئین ہے۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ''اگر تجھے اس میں کچھ شبہ ہو جو ہم نے تیری طرف (قرآن) اتارا، تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں، بیشک تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا۔ تو تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو'' (سورۂ یونس، آیت: ۹۴) اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی کبھی اس میں آپ کو کچھ شک ہوا ہو۔

اور تیسری وجہ کے تعلق سے یہ بیان ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے: جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اُس پر آگ (جہنم) کو حرام فرما دے گا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا، ص: ۳۶، حدیث: ۲۹)

مذکورہ حدیث پاک کے متعلق علامہ عبد الرؤف مناوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے یا تو ابتدا میں (رحمت الٰہی سے بغیر حساب و کتاب کے) جنت میں داخل ہوگا یا پھر اپنے گناہوں کی سزا پا کر (گناہوں سے) پاک ہو کر داخل ہوگا۔ بہر حال مؤمن جنت میں داخل ضرور ہوگا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ کوئی بھی گناہ گار مؤمن جہنم میں جائے گا ہی نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو معاف کر دیا جائے گا لیکن یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مسلمان جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ گناہ گار مسلمان جہنم میں جائیں گے اور سزا پوری ہونے سے قبل انہیں معاف کر دیا جائے گا۔ (فیض القدیر، حرف المیم ج: ۶ ص: ۱۵۹، تحت الحدیث: ۸۷۷۱، المعرفۃ بیروت، لبنان۔)

لہٰذا جو ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلا جائے اگرچہ وہ گناہ گار ہو، اس نے بہت گناہ کیے ہوں خواہ صغیرہ گناہ کئے ہوں یا کبیرہ، اس پر توبہ کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے بالآخر جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب کے پاس سے آنے والے نے مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو، آپ نے فرمایا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس باب الثیاب البیض ج: ۲، ص: ۸۶۷، الرقم ۵۸۲۷، مجلس برکات)...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت یعنی آپ کو معصوم رکھنا ہے۔ یہ قول احمد بن نصر نے بیان کیا ہے۔

گیارھواں قول: اَلْمُرَادُ مَاکَانَ عَنْ سَھْوٍ وَغَفْلَۃٍ وَتَأْوِیْلٍ

اسے علامہ طبری نے بیان کیا ہے اور علامہ قشیری نے اختیار کیا ہے۔ کہ اس سے مراد وہ

...علامہ ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص توحید پر مراوہ قطعا ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا۔ (ہاں اس کے دخول میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ) اگر وہ گناہوں سے محفوظ رہا، یا گناہ تو ہوئے لیکن اُس نے شرک و کبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کر لی اور پھر توبہ کے بعد کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور جہنم میں بالکل نہیں جائیں گے اور جس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں گے اور پھر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، اگر وہ چاہے تو اسے معاف فرما کر جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے، پھر جنت میں داخل فرما دے، بہر حال جو بھی ایمان پر مراوہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا اگر چہ اس نے گناہ کیے ہوں جیسے کوئی بھی کافر کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا اگر چہ بظاہر اس نے جتنی بھی نیکیاں کی ہوں۔ (شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعا ج:۱، ص:۲۱۷) تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام امت کے گناہ معاف ہوں گے جو بحالت ایمان فوت ہوئے، سزا سے پہلے ہی یا سزا پانے کے بعد، جیسا کہ علامہ مناوی علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا۔

اسی طرح بخاری شریف، کتاب التوحید میں ہے: محشر میں حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا۔ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ، جو کہو وہ سنا جائے گا، جو مانگو گے وہ دیا جائے گا، جو شفاعت کرو گے قبول کی جائے گی۔ پھر میں کہوں گا اے رب! میری امت، میری امت، کہا جائے گا کہ جاؤ اور ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لو جن کے دل میں ذرہ یا رائی برابر بھی ایمان ہو۔ چنانچہ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ پھر میں لوٹوں گا اور یہی تعریفیں پھر کروں گا اور اللہ کے لیے سجدہ میں چلا جاؤں گا۔ مجھ سے کہا جائے گا۔ اپنا سر اٹھاؤ کہو، آپ کی سنی جائے گی، میں کہوں گا اے رب! میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ اور جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے کم سے کم تر حصہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی جہنم سے نکال لو۔ پھر میں جاؤں گا اور نکالوں گا۔... میں کہوں گا اے رب! مجھے ان کے بارے میں بھی اجازت دیجئے۔ جنہوں نے **لا الٰہ الا اللّٰہ** کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت، میرے جلال، میری کبریائی، میری بڑائی کی قسم! اس میں سے انہیں بھی نکالوں گا جنہوں نے کلمہ **لا الٰہ الا اللّٰہ** کہا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب عزوجل یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرہم، الحدیث: ۷۵۱۰، ج:۲، ص:۱۱۱۸، مجلس برکات)

اہل سنت کے نزدیک مسلمان کا جنت میں جانا واجب شرعی ہے، اگر چہ معاذ اللہ مواخذے کے بعد۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، ص ۲۷۶، پور بندر، گجرات)

امور ہیں جو آپ ﷺ سے سہو، غفلت اور تاویل سے سرزد ہوئے، (ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔)

بارھواں قول: مُخَاطَبَۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ھَاھُنَا ھِیَ مُخَاطَبَۃٌ لِاُمَّتِہٖ۔

مکی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب تو حضور اکرم ﷺ کو ہے لیکن اس سے مراد آپ کی امت ہے۔

یہ بارہ اقوال ہیں اور یہ سب غیر مقبول ہیں؛ ان میں سے بعض مردود ہیں، بعض ضعیف اور بعض میں تاویل ہے۔ [۱]

---

[۱] ان بارہ اقوال میں سے ایک قول سید المفسرین، حِبرُ الاُمّۃ، حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہوا۔ امام سبکی علیہ الرحمہ نے آپ کے قول کی جو تاویل اور وضاحت فرمائی ہے، اس میں شان محبوبیت کا بیان ہے اور ایسے معنی و مفہوم ہی عصمت نبوت کے شایان شان ہیں۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ آپ وہ ہیں جنہوں نے خود صاحب قرآن ﷺ سے علومِ قرآن سیکھے۔ آپ کے لیے معلم کائنات ﷺ نے دعا فرمائی: **اَللّٰھُمَّ! فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَ عَلِّمْہُ التَّاْوِیْلَ** الٰہی! عبداللہ کو دین کی سمجھ اور اپنی کتاب کی تفسیر عطا فرما۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، حرف العین، القسم الاول، ج: ۴، ص: ۹۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو علم و فضل میں آپ کے ہمسر تھے، فرماتے تھے کہ عبداللہ بن عباس قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہیں: **نعم ترجمانِ الْقُرْاٰنِ ابْنُ عَبَّاس**۔ (المرجع السابق، ج: ۴، ص: ۹۲)

آپ کا لقب حِبْرُ الْاُمَّۃ تھا اور اس کا معنیٰ ہے: امّت کے بہت بڑے عالم۔ امیر المومنین، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلسوں میں شریک کرتے تھے،، بعض صحابہ کو اس سے شکایت ہوئی، انہوں نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسوں میں کیوں شریک کرتے ہو، ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہیں، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لیے ایک دن آپ کو بلایا اور لوگوں سے پوچھا کہ **اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ** کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ کسی نے جواب دیا کہ ہم کو نصرت و فتح پر خدا کی حمد وثنا کا حکم دیا گیا ہے، اور کچھ خاموش رہے، پھر آپ سے پوچھا کہ ابن عباس! تمہارا بھی یہی خیال ہے، انہوں نے کہا نہیں۔ پوچھا، پھر کیا ہے؟ عرض کیا: اس میں حضور ﷺ کی وفات کا اشارہ ہے...

اقوال مقبولہ

وہ اقوال جو مقبول ہیں، درج ذیل ہیں۔

شفا میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ فرمائیں: وَ مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۝۹ (سورۃ الاحقاف)

اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ (کنز الایمان)

تو کافر اس سے بہت خوش ہوئے، اس کے بعد اللہ رب العزت نے (جواباً) یہ آیت اتاری: لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت:۲)

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (کنز الایمان)

اور اس کے بعد کی دوسری آیت میں ایمان والوں کے احوال بھی بتا دیا۔ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ اے محبوب ﷺ! اگر آپ سے کوئی لغزش بھی ہوئی ہوتی تو بلا پرسش اس کو بخش دیا جاتا۔

میں (امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہتا ہوں کہ اس اثر کو ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں: آیت کریمہ وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ اور لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ

...امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو تم کہتے ہو، یہی میرا بھی خیال ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۝۳، ج:۲، ص:۷۴۳، مجلس برکات)

اور بھی بہت سی نظیریں اور شواہد ہیں۔ مختصر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر کلام اللہ کی تفسیر وتاویل وآیت قرآنی کے شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کے علم میں بہت زیادہ مہارت ووسعت عطا فرمائی تھی۔ آپ کی فہم، تفسیر قرآن میں ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہاں تک مشکل سے دوسروں کا خیال پہنچ سکتا تھا۔

الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا۝ نازل فرمایا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتادیا کہ وہ آپ کے ساتھ اور ایمان والوں کے ساتھ (آخرت میں) کیا معاملہ فرمائے گا۔ (درمنثور، سورۃ الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ج: ۱۳، ص: ۳۱۳، ۳۱۴، الدراسات العربیہ والاسلامیہ)

امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حدیبیہ سے واپسی کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ

تاکہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔ (کنزالایمان)

توحضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے زمین پر موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے تو بیان فرمادیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرے گا، اب (یہ معلوم نہیں کہ) ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، تو تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا۝ (سورۃ الفتح) 'تاکہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور تاکہ اللہ ان کی برائیاں ان سے مٹادے، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی کامیابی ہے۔' (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الفتح، ص: ۷۴۸، الحدیث ۳۲۶۳، مکتبۃ المعارف، الریاض) [۱]

---

[۱] اس آیت وَ مَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِكُمْ کے نزول پر کفار بہت خوش ہوئے یا آج وہابی، دیوبندی خوش ہیں۔...

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''شفاء'' میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ بعض علماء نے کہا ہے اس آیت میں مغفرت سے مراد تمام عیبوں اور خامیوں سے بری ہونا ہے۔

... چنانچہ علامہ علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزی کی قسم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا یکساں حال ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کو بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت: ۲) 'تا کہ اللہ تمہارے صدقے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے گناہ بخش دے۔'

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، حضور کو مبارک ہو، آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، اب یہ انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا۝۵ (سورۃ الفتح) 'تا کہ وہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ان باغوں میں داخل فرمادے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔'

اور یہ آیت نازل ہوئی: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۝۴۷ (سورۃ الاحزاب)

اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور مومنین کے ساتھ کیا کرے گا۔

(تفسیر الخازن، الاحقاف، تحت الآیۃ: ۹، ج: ۴، ص: ۱۲۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

فائدہ: دیکھئے کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاتمہ سے لاعلمی پر کتنا خوش ہوئے! ایسے ہی بدعقیدہ لوگ یہ آیت دلیل کے طور پر پیش کر کے اپنے آپ خوش ہوتے ہیں، اس سے سمجھ لیجئے کہ یہ کون ہیں! گویا کہ دشمنی رسول میں یہ اور کفار مکہ دونوں کی ایک جیسی صورت ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک**

اور جب کہ مسلمانانِ اہل سنت حضور سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت اور رفعت ومرتبت سن کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی میں خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں۔

نوٹ: مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب **اِنْبَاءُ الْحَیِّ اَنَّ کَلَامَہُ الْمَصُوْنَ تِبْیَانٌ لِکُلِّ شَیْءٍ** (قرآنِ مجید ہر چیز کا روشن بیان ہے) میں اسی آیت کو ذکر کر کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی پر بطورِ دلیل یہ آیت پیش کرنے والوں کا رد فرمایا اور اس آیت میں مذکور نفی 'وَمَا اَدْرِيْ: میں نہیں جانتا' کے ۱۰ ر جوابات ارشاد فرمائے ہیں، تفصیل کے لیے مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب **نھایۃ السوال فیما سنح من تفضیل الرسول** ﷺ میں لکھتے ہیں:

اللہ رب العزت نے کئی اعتبار سے ہمارے نبی اکرم ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے۔ ان خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا ہے: **غفر له ماتقدم من ذنبه و ماتاخر** کہ آپ ﷺ کے اگلے اور پچھلے گناہ (اگر ہوتے بھی، تو) بخش دیے گئے ہیں۔ اور کسی روایت میں نہیں ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بھی یہ خبر دی ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی کیونکہ جب محشر کے دن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی کو اپنی (ظاہری) لغزش یاد آئے گی جو انہیں پیش آئی اور "نفسی، نفسی" کہیں گے۔ اگر ان میں سے کسی کو بھی اپنی (ظاہری) خطا کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کا انکار نہ کرتے۔ اور جب تمام لوگ شفیع المذنبین، رحمت اللعالمین ﷺ سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے۔ "انا لہا" ہاں! میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔ [۱]

امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: میں نے اپنی فہم کے مطابق اس آیت **لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ** (سورۃ الفتح، آیت: ۲) میں اس کے ماقبل و مابعد کو ملحوظ رکھ کر خوب غور وفکر کیا۔ تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس کو صرف ایک ہی

---

[۱] علامہ عزالدین علیہ الرحمہ کی عبارت ختم ہوئی۔ اس کے بعد شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: "یعنی اگرچہ تمام انبیاء مغفور ہیں اور انبیاء کو عذاب ہونا ممکن نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحۃً خبر نہیں دی اور کسی نبی کو بھی اس فضیلت کی خبر نہیں دی اور مغفرت کی تصریح صرف حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے، تاکہ آپ اپنے متعلق تشویش سے فارغ ہو کر تسلی کے ساتھ امت کے گناہوں کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کی شفاعت میں کوشش کریں۔" (مدارج النبوۃ، ج ۱، ص ۱۲۵، سکھر)

قیامت کے اس منظر کو مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے بڑے نفیس انداز میں بیان کیا ہے؛ بعینہٖ عبارت پیش ہے: "اُس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام 'نفسی نفسی' فرمائیں گے اور حضور اقدس ﷺ "**أَنَا لَهَا أَنَا لَهَا**" میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم۔ سب سربہ گریبان، وہ...

سبب پر محمول کیا جاسکتا ہے۔اور وہ یہ ہے کہ سید المعصومین ﷺ کی تعظیم و تکریم ہے، بغیر اس کے کہ اس جگہ کوئی گناہ متصور ہو۔

اس مجمل کلام کی تشریح یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے کسی خاص مقرب یا وزیر کی تشریف اور امتیاز کے واسطے فرماتا ہے کہ ہم نے تیرے سات خون معاف کیے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ پہلے خون کر چکا ہے یا بعد میں کرے گا۔ یہ جملہ صرف تکریم کے معنی پر محمول ہوگا۔تو حضور اکرم ﷺ سے کوئی گناہ نہیں ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے شرف واعزاز کو ظاہر

... ساجد و قائم۔سب محل خوف میں، وہ آمن و ناعم۔سب اپنی فکر میں، انہیں فکر عوالم۔سب زیر حکومت، وہ مالک و حاکم،۔بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے۔ان کا رب انہیں فرمائے گا: **یَامُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعُ وَسَلْ تُعْطَهٗ وَاشْفَعْ تُشَفَّعُ** (صحیح البخاری: کتاب التوحید، باب کلام الرب عزوجل یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرھم الحدیث: ۷۵۱۰ ج ۲، ص: ۱۱۱۸، مجلس برکات، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ)
اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی، اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔اس وقت اولین وآخرین میں حضور ﷺ کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائیگا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور ﷺ کی افضلیتِ کبریٰ وسیادت عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔**والحمدللہ رب الغلمین**''(فتاویٰ رضویہ، ج: ۳۰، ص: ۱۸۱، پوربندر، گجرات)
معلوم ہونا چاہیے کہ شفاعت کبریٰ صرف حضور ﷺ کے لیے ہے، اور جب آپ ﷺ باب شفاعت باذن الٰہی کھول دیں گے تو تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی شفاعت فرمائیں گے۔
صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: قیامت کے دن مرتبۂ شفاعتِ کبریٰ حضور ﷺ کے خصائص سے ہے کہ جب تک حضور ﷺ فتحِ بابِ شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجالِ شفاعت نہ ہوگی پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم سے کم بھی ایمان ہوگا، اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اُسے جہنم سے نکالیں گے، یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہوا اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے، اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔اَب تمام انبیا اپنی اُمّت کی شفاعت فرمائیں گے، اولیائے کرام، شہدا، علماء، حُفّاظ، حُجّاج، بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصبِ دینی عنایت ہوا، اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا۔نابالغ بچے جو مر گئے ہیں، اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے، یہاں تک کہ علما کے پاس کچھ لوگ آ کر عرض کریں گے: ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا: کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا، علما اُن تک کی شفاعت کریں گے۔(بہارشریعت، ج ۱/ ح ۱، ص ۱۳۹، ۱۴۰، مکتبۃ المدینہ)....

کرنے کے لیے یہ فرمایا: ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیے۔

بلکہ اللہ رب العزت نے اس آیت کریمہ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ﴿۲﴾ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ﴿۳﴾ (سورۃ الفتح) میں اپنے بندوں کو اپنی طرف سے عطا کردہ تمام قسم کی اخروی و دنیوی نعمتوں کا اجتماعی بیان فرما دیا ہے۔ تمام اخروی نعمتیں دو قسم کی ہیں۔

(۱) **سلبیہ:** اور یہ گناہوں کی بخشش ہے۔

... رہا ابتداء میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ''نفسی نفسی'' پکارنا، تو اس وجہ کو بڑے نفیس وعمدہ انداز میں مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں: ''اولاً حق جل وعلا کی یہ حکمت جلیلہ خیال کرے کہ کیونکر اہل محشر کے دلوں میں ترتیب وار انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جانا الہام فرمائے گا۔ اور دفعۃً بارگاہ اقدس سید عالم ﷺ میں حاضر نہ لائے گا کہ حضور تو یقیناً شفیع مشفع ہیں۔ ابتداءً یہیں آتے تو شفاعت پاتے۔ مگر اولین و آخرین وموافقین ومخالفین خلق اللہ اجمعین پر کیونکر کھلتا کہ یہ منصب افخم اسی سید اکرم مولائے اعظم ﷺ کا حصہ خاصہ ہے جس کا دامن رفیع جلیل ومنیع تمام انبیاء ومرسلین کے دست ہمت سے بُلند و بالا ہے۔

پھر خیال کیجئے کہ دنیا میں لاکھوں کروڑوں کان اس حدیث سے آشنا اور بے شمار بندے اس حال کے شناسا عرصات محشر میں صحابہ وتابعین وائمۂ محدثین واولیائے کاملین وعلمائے عاملین سبھی موجود ہوں گے۔ پھر کیونکر یہ جانی پہچانی بات دلوں سے ایسی بھلا دی جائے گی کہ اتنی کثیر جماعتوں میں ان طویل مدتوں تک کسی کو اصلاً یاد نہ آئے گی۔ پھر نوبت بنوبت حضرات انبیاء سے جواب سنتے جائیں گے۔ جب مطلق دھیان نہ آئے گا کہ یہ وہی واقعہ ہے جو سچے مخبر نے پہلے ہی بتایا ہے۔

پھر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو دیکھئے۔ وہ بھی یکے بعد دیگرے انبیائے مابعد کے پاس بھیجتے جائیں گے۔ یہ کوئی نہ فرمائے گا کہ کیوں بیکار ہلاک ہوتے ہو۔ تمہارا مطلوب اس پیارے محبوب ﷺ کے پاس ہے۔ یہ سارے سامان اسی اظہار عظمت واشتہار وجاہت محبوب باشوکت کی خاطر ہیں۔ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ﷺ (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے، اور درود وسلام نازل فرمائے، اپنے محبوب پر۔ ت)۔ (فتاوی رضویہ، ج ۳۰، ص ۲۲۵، پوربندر، گجرات)

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

(ذوقِ نعت، ص، 161)

(۲) **ثبوتیه:** اور یہ غیر متناہی ہیں یعنی جن کی انتہا نہیں ہے۔اس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے: **وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ** ''اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے۔''(کنزالایمان)

دنیاوی نعمتیں دو قسم کی ہیں:

(۱) **دینیه:** اس کی طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے: **وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۟** ''اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔''(کنزالایمان)

(۲) **دنیویه:** اگر یہاں اس سے مقصود دین ہو تو یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا** ''اور اللہ تمہاری زبردست مدد فرمائے۔''(کنزالایمان)

اخروی نعمتوں کو دنیوی نعمتوں پر مقدم فرمایا اور دُنیوی دینی نعمتوں کو دُنیوی غیر دینی نعمتوں پر مقدم فرمایا تاکہ اہم کا ذکر غیرِ اہم سے پہلے ہو۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی عظمت شان کو اپنی تمام قسم کی نعمتوں کو ان پر تمام کر کے ظاہر کیا جو ان کے علاوہ کسی اور میں نہیں ہیں۔

اسی لیے ان نعمتوں کے ذکر کو فتح مبین کی غایت بنایا اور ''**اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ** ''میں نون عظمت (نون جمع) کا تذکرہ رفعت وعظمت کے اظہار کے لیے کیا اور لفظ 'لك' (تمہارے لیے) کا ذکر فرما کر اس نعمت کو اپنے محبوب مکرم ﷺ کے لیے مخصوص فرمایا۔

پھر امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جب یہ مطلب (کہ اس آیت کی مراد صرف یہ ہے کہ یہ پیغمبر اعظم ﷺ کے لیے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ ہوا ہو، کلمۂ تشریف و تکریم ہے۔) مجھ پر واضح ہوا۔تو بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ آپ ﷺ معصوم ہیں لیکن یہ مژدہ اظہار شرف واعزاز کے لیے سنایا گیا۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں 'مغفرت' سے مراد 'عصمت' ہے۔اس آیت **لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ** ''تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخشے'' کا مفہوم یہ ہے۔ **وَلِيَعْصِمَكَ اللّٰهُ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنْ عُمْرِكَ وَفِيْمَا تَأَخَّرَ مِنْهُ** تاکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پہلے بھی گناہوں سے معصوم رکھا ہے وہ اسی طرح بعد میں بھی آپ ﷺ کو گناہوں سے بچاتا رہے گا اور معصوم رکھے گا۔یہ قول انتہائی خوبصورت ہے۔

علماء بلاغت نے تخفیفات کو 'مغفرت، عفو اور توبہ' کے الفاظ سے بطور کنایہ تعبیر کرنے کو قرآن پاک کے اسلوبِ بلاغت سے شمار کیا ہے۔ جیسے:

(۱) جب رات کا قیام منسوخ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ (سورۃ المزمل، آیت: ۲۰) ''اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔'' (کنزالایمان)

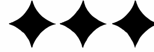
(۲) جب حضور اکرم ﷺ سے بات کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم منسوخ ہوا تو ارشاد ہوا فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ (سورۃ المجادلہ، آیت: ۱۳) ''پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمائی۔'' (کنزالایمان)

(۳) رمضان المبارک کی راتوں میں جماع کی حرمت کو منسوخ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ وَعَفَا عَنۡكُمۡ فَالۡـٰٔنَ بَاشِرُوۡهُنَّ (سورۃ البقرۃ، آیت، ۱۸۷) ''تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو۔'' (کنزالایمان)[۱]

هذا ما تیسر لهٰذا العبد الفقیر المدعو به عبد القیوم المصباحی والحمد لله اولا وآخرا والصلوٰة والسلام علی سید المعصومین محمد و علیٰ آله وصحبه البرر التقی ظاهرا و باطنا۔

---

[۱] بطور افادہ: اس آیت کریمہ میں یہ سب توجیہات واقوال اس بنا پر ہیں کہ آیت کریمہ لِيَغۡفِرَ لَكَ الآیۃ میں 'لام' حرف جر، تخصیص کے معنیٰ میں لیا گیا ہے۔ لیکن اس 'لام' کو اگر بجائے تخصیص کے 'تعلیل و سبب' (جو 'لام حرف جر' کے معانی مشترکہ وخاصیات میں سے ہے) کے معنی میں لیا جائے تو ان دور کی تاویلات وتوجیہات کے جھمیلے سے بچ جائیں۔ اور 'لام' کو 'سببیہ' مان لینے کے بعد (جیسا کہ بہت سے مفسرین نے تسلیم کیا ہے۔ اور آنے والے مضمون میں ان مفسرین کے اسماء کو بھی بیان کر دیا گیا ہے) یہ آیت کریمہ حضور اکرم ﷺ کی عظمت شان اور مقام میں بے نظیر دلیل بن جاتی ہے چنانچہ مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز نے 'کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن' میں لام سببیہ ہی مان کر ترجمہ کیا ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

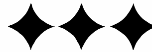


مَولیٰ علی نے واری تِری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اَعلیٰ خطر کی ہے

صِدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے

ہاں تو نے اِن کو جان، اُنھیں پھیر دی نماز
پَر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے



عصمت انبیاء علیہم السلام

عصمت کا اطلاق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیۡبِہٖ
سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت ۲)

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی گئی ہے، ذنب کے معنوں میں سے ایک معنی: اثم یعنی گناہ ہے۔

اس لیے کچھ لوگ اس آیت اور اس طرح کی دیگر آیات کے ذریعہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کے معاصی اور نفرت انگیز امور سے پاک وصاف ہیں خصوصا فخر موجودات، نور مجسم، سرور دو عالم، سید المعصومین ﷺ کہ آپ سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا صغیرہ نہ کبیرہ، اعلانِ نبوت سے پہلے نہ اعلان نبوت کے بعد، سہواً نہ عمداً، حقیقۃً نہ صورۃً، مفسرین کرام نے اس آیت کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں۔ لیکن اس سے قبل عصمت کے حوالے سے مختصر معلومات نذر قارئین ہیں۔

مخلوقات مکلفین تین ہیں۔(۱) فرشتے (۲) بشر (۳) جنات

شریعت کی اصطلاح میں 'معصوم' ہونا صرف انبیاء کرام اور فرشتوں کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ اور معصوم ہونے کا مطلب شریعت میں یہ ہے کہ ان کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہو چکا۔ جس کے سبب ان سے گناہ ہونا شرعاً محال ہے۔ اس لحاظ سے انبیائے کرام اور فرشتوں کے سوا کسی کو بھی معصوم کہنا ہرگز جائز نہیں۔ فرشتے اجسامِ نوری ہیں۔ وہ وہی کرتے ہیں جو حکمِ الٰہی ہے، خدا کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے، نہ قصداً، نہ سہواً، نہ خطاً، وہ اللہ عزوجل کے معصوم بندے ہیں، ہر قسم کے صغائر و کبائر سے پاک ہیں اور بشر میں انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ ان کے سوا کسی اور کو معصوم ماننا بلا شبہ گمراہی و بد دینی ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اہل سنت سے خارج ہے۔ اور یاد رہے کہ ائمہ کرام اور اولیاء عظام بھی معصوم نہیں بلکہ اللہ رب العزت انہیں گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ یعنی ان سے گناہ نہیں ہوتے اگر ہو جائیں تو شرعاً محال بھی نہیں۔ لہٰذا اس حوالہ سے بھی کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ اور رہا عرف میں نابالغ بچوں کو بھی 'معصوم' کہہ دیا جاتا ہے لیکن شرعی اصطلاحی معنیٰ مراد نہیں ہوتے بلکہ لغوی معنیٰ یعنی بھولا، سادہ دل، سیدھا سادہ، چھوٹا بچہ، ناسمجھ بچہ، کم سن، والے معنیٰ میں کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ فرہنگِ آصفیہ میں معصوم کے درج ذیل معانی لکھے ہیں:

معصوم: (۱) گناہ سے بچا ہوا، بے قصور، پاکدامن۔ (۲) بھولا، سادہ دل، سیدھا سادہ۔ (۳) چھوٹا بچہ، کم سن بچہ، ناسمجھ بچہ۔ (فرہنگ آصفیہ، معش، ج:۴، ص:۳۷۳، اردو سائنس بورڈ اَپر مال، لاہور)

اس لیے اس معنیٰ میں بچوں کو معصوم کہنے پر کوئی گرفت نہیں، اسے ناجائز بھی نہیں کہہ سکتے۔

بہارِ شریعت میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور مَلَک کا خاصہ ہے، کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔... بخلاف ائمہ و اکابر اولیا، کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُنھیں محفوظ رکھتا ہے، اُن سے گناہ ہوتا نہیں، مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ (بہارِ شریعت، ح: اول، ج:۱، ص:۳۹، مکتبۃ المدینہ)

مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: اجماعِ اہل سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرفِ حادِث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں، یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں۔ یہ مبحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو۔ وباللہ التوفیق (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴، ص:۱۸۷، پور بندر گجرات)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: عصمت، تو یہ انبیاء وملائکہ کا خاصہ ہے۔ امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ (ایضاً ج:۲۹،ص:۳۸۰، گجرات)

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں: عصمت، نوع بشر میں خاصۂ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے، ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو، وقوع گناہ ممکن ومتصور۔ (ایضاً ج:۳۰،ص:۲۷۶، پوربندر گجرات)

اور جنات میں کوئی معصوم نہیں کیوں کہ سارے انبیاء بشر اور مرد تھے کوئی جن نبی نہ ہوا۔ (الجامع لاحکام القرآن، سورۂ یوسف تحت الآیۃ **وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالاً**، ۱۹، ج:۱۱،ص:۴۰۷، مؤسسۃ الرسالۃ)

عصمت کا معنیٔ لغوی ومفہوم شرعی

'عصمت' کا لغوی معنی ہے: گناہوں سے بچانا، روکنا، محفوظ رکھنا اور شرعی معنی ہے: گناہوں سے بچنے کا ملکہ۔ (النہایہ، باب العین والصاد، ج:۳،ص:۲۴۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، لسان العرب، باب العین، المجلد الرابع ص:۲۹۷۶، دار المعارف)

(۱) علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **اَلْعصمةُ : مَلِكَةُ اجتنابِ المعاصی مع التَّمَكُّنِ منها۔** ''گناہ پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ کو عصمت کہتے ہیں۔'' (التعریفات للجرجانی، باب العین، ص:۱۹۵، دار الریان للتراث)

اور جان لیں کہ ملکہ اس کیفیت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان سے بآسانی افعال سرزد ہوں اور وہ کیفیت ایسی پختہ ہو کہ اس کا زوال نہ ہو اگر وہ کیفیت کسی وقت حاصل ہو اور کسی وقت حاصل نہ ہو تو اس کو ملکہ نہیں بلکہ اس کو 'حال' کہتے ہیں۔ یعنی کیفت راسخہ، ملکہ اور غیر راسخہ حال ہے یعنی عصمت، لازمہ نبوت ہے جو نبی سے زائل نہیں ہوتی ہے۔ (کشف المحجوب باب الکلام فی اظہار جنس المعجزۃ علیٰ ید من یدعی الالٰہیۃ ص:۲۳۲، النور الرضویۃ، لاہور پاکستان) جس طرح نبوت، لازمۂ نبی ہے کہ نبی سے نبوت زائل نہیں ہوتی ہے۔ بہار شریعت میں ہے: جو شخص نبی سے نبوّت کا زوال جائز جانے، کافر ہے۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ص:۳۷، مکتبۃ المدینہ)

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ نے غیر معصوم کی تعریف بیان کی ہے: **غیر المعصوم من لیس له ملكة العصمة۔** ’’غیر معصوم وہ ہے جس کو عصمت کا ملکہ نہ ہو۔‘‘ (شرح المقاصد، المبحث الثانی: الشروط التی تجب فی الامام، ج:۵، ص:۲۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۲) علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں: **وحقیقة العصمة: ان لا یخلق الله تعالیٰ فی العبد الذنبَ مع بقاء قدرته واختیاره۔** ’’عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ گناہ پر بندے کی قدرت واختیار کے باوجود اللہ تعالیٰ اس بندہ میں گناہ پیدا نہ کرے۔‘‘ (شرح عقائد نسفی، ص:۳۳۵۔ بحث لایشترط فی الامام اَن یکون معصوما، المدینۃ العلمیہ)

(۳) اسی شرح عقائد میں بقول بعض علماء عصمت کی تعریف اس طرح بھی منقول ہے: **ھی لطف من الله تعالیٰ یحمله علی فعل الخیر ویزجره عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقاً للا بتلاء ولهذا قال الشیخ ابو منصور الماتریدی رحمه الله: العصمة لا تزیل المحنة ...** ’’عصمت، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لطف وکرم ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندہ (نبی) کو فعل خیر پر برانگیختہ کرتا ہے اور اسے شر سے بچاتا ہے، باوجود اس کے کہ بندہ (نبی) کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے، تاکہ بندے کا مکلف ہونا صحیح رہے۔ اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: عصمت، مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی۔‘‘ (المرجع السابق ص:۳۳۵)

(۴) نبراس میں ہے: **العصمة ملكة نفسانية یخلقها الله سبحانه فی العبد فتكون سبباً عادیا لعدم الخلق الذنب فیه۔** ’’عصمت وہ ملکۂ نفسانیہ (پختہ قوت) ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے (نبی) میں پیدا کرتا ہے جو اس میں گناہ پیدا نہ ہونے کا سبب عادی بن جاتا ہے۔‘‘ (نبراس، تعریف العصمۃ، ص:۵۳۲، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

(۵) حضرت صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی شہرہ آفاق تصنیف بہار شریعت میں عصمت انبیاء کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: عصمتِ انبیا کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے حفظِ الٰہی کا وعدہ ہولیا، جس کے سبب اُن سے صدورِ

گناہ شرعاً محال ہے۔(بہار شریعت، ج:۱، ح:اول، عقائد متعلقہ نبوت، ص:۳۸، مکتبۃ المدینہ)

یہ امر مسلم ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے گناہ پر قدرت واختیار کو سلب نہیں کیا جاتا ہے۔جیسا کہ عصمت کی مذکورہ بالا تعریفات میں بیان ہوا کہ عصمت اس ملکہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے گناہوں سے بچا جاسکے، باوجود اس کے کہ قدرت حاصل ہو۔یعنی قدرت و اختیار کے باوجود ان سے گناہ کا صدور ناممکن ہے۔یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے ان پر بے پایاں فضل وکرم ہے اور یہی فضل الٰہی ان کو عصمت کے بلند مرتبے پر فائز کرتا ہے۔

اور یہ بھی جان لیں کہ انبیائے کرام کی عصمت، ملائکہ عظام کی عصمت سے بلند وفائق تر ہے۔فرشتے گناہ سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ ان کو تو گناہ پر قدرت ہے ہی نہیں اور انبیائے کرام سے قدرت واختیار کے باوجود گناہ کا صدور محال ہوتا ہے، اسی وجہ سے انبیائے کرام کی عصمت، ملائکہ عظام کی عصمت سے بلند وفائق تر ہے۔(النبراس: ان المذموم ہو الظن الفاسد ص:۴۵۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔تفسیر الرازی، تحت قولہ تعالیٰ: فازلھما الشیطان عنھا، ج:۳، ص:۱۰، دار الفکر)

عصمت انبیا کے متعلق نظریات ومذاہب

امام رازی علیہ الرحمہ نے عصمت انبیا کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں: لکھتے ہیں کہ عصمت انبیاء میں اختلاف کی چار قسمیں ہیں۔پہلی قسم جس کا تعلق باب اعتقاد سے ہے۔

(۱) خوارج میں سے فضیلیہ (ازارقہ بحوالہ حدوث الفتن) نے انبیاء کے لیے گناہ کا صدور ممکن مانا اور ان کے نزدیک ہر گناہ کفر وشرک ہے۔لازماً انھوں نے انبیائے کرام سے کفر کے وقوع کا قول کیا۔

(۲) شیعہ میں سے امامیہ نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بطور تقیہ کفر کے صدور کو جائز مانا ہے۔

(دوسری اور تیسری قسم کے بیان کو اس باب سے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے ترک کر دیا گیا)

چوتھی قسم جس کا تعلق افعال سے ہے۔اس بارے میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیا علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۲) اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیا علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں، اور عمداً گناہ صغیرہ کا صدور جائز ہے، البتہ ان صغائر کا صدور جائز نہیں جن سے لوگ متنفر ہوں۔

(۳) جبائی کا مذہب ہے کہ انبیا علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۴) انبیا علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطا کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا لیکن ان سے سہو اور خطا پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

(۵) رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیا علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، سہواً نہ عمداً، تاویلاً نہ خطاً۔ (تفسیر کبیر، تحت قولہ تعالیٰ: فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا سورۃ البقرہ، آیت: ۳۶، ج: ۳، ص: ۷، ۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

عصمت انبیاء کے متعلق علماء امت کا موقف

عصمت انبیاء سے متعلق پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام ورسولان عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر وشرک اور جو چیز خلق کے لئے نفرت و بیزاری اور ننگ وعار کی باعث ہو، جیسے کذب وخیانت وجہل وغیرہا صفاتِ ذمیمہ، نیز ایسے افعال جو وجاہت اور مُروّت کے خلاف ہیں ان سب سے (اعلان نبوت سے قبل وبعد) ہر حال میں معصوم ومنزہ ہیں۔ گناہ کبیرہ اور صغائر رذیلہ سے بھی بالاجماع معصوم ہیں۔ (شرح مواقف، المرصد الاول، المقصد الخامس فی عصمۃ الانبیاء، ج: ۸، ص: ۲۸۸ تا ۲۹۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ شرح عقائد، عصمۃ الانبیاء علیہم السلام، ص: ۳۰۶، ۳۰۷، مکتبۃ المدینہ۔ نبراس، ان المذموم ہوالظن الفاسد، ص: ۴۵۱ تا ۴۵۷، مکتبۂ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

صدر الشریعہ، مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: اور حق یہ ہے کہ تعمد صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۳۹، مکتبۃ المدینہ۔ شرح عقائد، عصمۃ الانبیاء علیہم السلام، ص: ۳۰۷، مکتبۃ المدینہ)

مندرجہ ذیل ان تمام امور سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر حال میں معصوم ہیں:

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات سے نا آشنا ہونے سے معصوم ہیں۔ (المعتقد المنتقد وہا انا

اذکر ما یجب لہم علیہم السلام، ص:۱۱۰، المجمع الاسلامی)

(۲) انبیاء کرام نے جن احکام کی تقریر و تبلیغ فرمائی، ان سے بے خبر اور نا آشنا ہونے سے معصوم ہیں۔ انبیا کرام علیہم السلام پر بندوں کے لیے جتنے بھی احکام نازل کیے گئے، اُنھوں نے وہ سب پہنچا دیے، جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا، تقیہ یعنی خوف کی وجہ سے یا اور کسی وجہ سے نہ پہنچایا، کافر ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی تحت ہٰذہ الآیۃ: یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الآیۃ ج:۸، ص:۸۹، ۹۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان۔ المعتقد المنتقد، منہ التبلیغ ص:۱۱۳، ۱۱۴، المجمع الاسلامی، مبارکپور)

انبیا کرام سے احکامِ تبلیغیہ میں سہو ونسیان محال ہے۔ (المنہاج شرح صحیح المسلم، کتاب الایمان، ماجاء فی عصمۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام، ج:۳، ص:۵۳، الطبقۃ المصریہ بالازہر)

(۳) جھوٹ اور وعدہ خلافی سے معصوم ہیں۔ (المعتقد المنتقد، ص:۱۱۰)

(۴) کبیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔ (المرجع السابق)

(۵) تمام قبائح اور باعثِ ننگ و عار صغائر سے بھی معصوم ہیں۔ (المرجع السابق)

(۶) اور وہ صغائر جو خلق کے لئے نفرت اور ننگ و عار کے باعث نہیں ہیں۔ ایک طبقہ کا رجحان یہ ہے کہ ممکن ہے، لیکن محققین کی جماعت اس سے بھی عصمت کو ضروری مانتے ہیں۔ اور یہی حق ہے کہ اس سے بھی عصمت ضروری ہے۔ کیونکہ ممکن ماننے والوں نے بعض انبیائے کرام سے ان کے مراتب عالیہ کے لحاظ سے جو لغزش ہوئی، اسی کو گناہ صغیرہ قرار دے کر محققین سے اختلاف رائے کیا، حالانکہ وہ حقیقت میں گناہ نہیں۔ (الشفاء، فصل واما ما یتعلق بالجوارح من الاعمال ج:۲، ص:۱۴۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

ماحصل یہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر معصیت کی آلودگی سے پاک ومنزہ اور معصوم ہیں۔ ان سے سہو ونسیان ممکن ہے لیکن یہ معصیت کے زمرے میں داخل نہیں۔

اور انبیاء کرام سہو ونسیان پر علی الدوام برقرار نہیں رہتے بلکہ خدائے قدوس کی جانب سے تنبّہ حاصل ہو جاتا ہے۔ (شرح المواقف، المقصد الخامس فی عصمۃ الانبیاء ج:۸، ص:۲۹، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ شرح عقائد، عصمۃ الانبیاء علیہم السلام، ص:۳۰۸، مکتبۃ المدینہ)

مسئلۂ عصمت میں محققین جمہور اہل سنت کے اقوال

(۱) اِنہیں محققین میں سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام اعظم، ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان بھی ہیں۔ آپ نے عقائد کی مبارک و متبرک کتاب 'الفقہ الاکبر' میں صراحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:

الانبیاء علیہم السلام کلھم منزھون عن الصغائر والکبائر والکفر والقبائح۔

''تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سارے چھوٹے، بڑے گناہ اور کفر وشرک اور تمام قبیح امور سے پاک ہیں۔'' (شرح فقہ الاکبر، القول فی عصمۃ الانبیاء، ص:۹۸، المکتبۃ المدینہ)

(۲) حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **ھذہٖ العصمۃُ ثابتۃٌ للانبیاء قبل النبوۃ و بعدھا علی الاصح۔** ''اور صحیح مذہب کی بناء پر حضرات انبیاء کرام کے لیے یہ عصمت قبل نبوت اور بعد نبوت دونوں حالتوں کے لئے ثابت ہے۔'' (منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر، القول فی عصمۃ الانبیاء، ص:۹۹، المکتبۃ المدینہ)

محققین کے نزدیک انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ عمداً و سہواً ہر صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب جامع الدعا، الفصل الاول، ج:۵، ص:۳۹۰، دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

(۳) امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: **الانبیاء علیہم الصلاۃ و السلام معصومون لا یصدر عنھم ذنب ولو صغیرۃ سھواً۔** ''حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ ان سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے اگرچہ وہ بطور سہو صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔'' (جمع الجوامع فی اصول الفقہ، الکتاب الثانی فی السنۃ ص:۶۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۴) امام رازی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **والمختار عندنا انہ لم یصدر عنھم الذنب حال النبوۃ البتۃ لا الکبیرۃ ولا الصغیرۃ۔** ''ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، نہ کبیرہ نہ صغیرہ۔'' (تفسیر کبیر، سورۃ البقرہ آیت:۳۶، ج:۳، ص:۸، دارالکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۵) میر سید شریف جرجانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **والمختار عندنا وهو أن الانبياء فی زمان نبوتهم معصومون عن الكبائر مطلقا وعن الصغائر عمداً۔** ''ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانۂ نبوت میں مطلقا گناہ کبیرہ اور عمداً گناہ صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔'' (شرح المواقف، المرصد الاول، المقصد الخامس فی عصمۃ الانبیاء ،ج:۸،ص:۲۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۶) علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **وتنزيهه عنه قبل النبوة قطعاً وتنزيهه عن الكبائر اجماعاً وعن الصغائر تحقيقاً** ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلان نبوت سے پہلے بھی قطعاً پاک ہیں اور آپ کبائر سے اجماعاً اور صغائر سے تحقیقاً پاک ہیں۔'' (الشفاء، فصل ماھو الحق من عصمتہ ﷺ ج:۲،ص:۱۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۷) مولانا احمد شہاب الدین خفاجی مصری شرح شفا میں رقمطراز ہیں: **ولما كان الله لم يرسل الى خلقه الا من هو اعقل اهل زمانه واقواهم فطرة واحسنهم خَلقاً وخُلقاً كانوا معصومين قبل النبوة وبعدها ولم يقع ذلك منهم اصلاً** ''اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف ان ہستیوں کو رسول بنایا جو اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند اور فطرتاً سب سے زیادہ طاقتور اور سیرت وصورت میں سب سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں اور وہ قبل از نبوت اور بعد از نبوت معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے گناہ کبھی صادر نہیں ہوتا۔'' (نسیم الریاض، فصل وقد اختلف فی عصمتهم من المعاصی قبل النبوۃ ج:۵،ص:۳۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۸) علامہ جمال الدین اسنوی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **والحق فی هذا ماقاله صاحب جمع الجوامع والجلال عليه من ان الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام معصومون لا يصدر عنهم ذنب اصلاً لا كبيرةً ولا صغيرةً لا عمداً ولا سهواً وِفاقاً للاستاذ ابى اسحاق الاسفراينى وابى الفتح الشهرَستانى والقاضى عياض والشيخ الامام والد صاحب جمع الجوامع لكرامتهم على الله تعالىٰ عن ان يصدر منهم ذنب والمراد كما قال العطار انه لا يصدر منهم ذنب ولو قبل النبوة وتسميته حينئذٍ ذنباً مجاز إذ لا حكم قبل الشرع۔** ''اس مسئلہ میں حق وہ ہے جس کو صاحب جمع

الجوامع اور علامہ جلال نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اصلاً کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا نہ کبیرہ نہ صغیرہ، نہ عمداً نہ سہواً، استاذ ابو اسحاق اسفرائنی، ابو الفتح شہرستانی، قاضی عیاض مالکی اور صاحب جمع الجوامع کے والد کا یہی مختار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کی ایسی کرامت ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوتا، عطار نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے بھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اور اعلان نبوت سے پہلے کسی کام کو گناہ کہنا بھی مجاز ہے، کیونکہ ورود شرع سے پہلے کوئی حکم نہیں ہوتا۔" (نہایۃ السول فی شرح منہاج الاصول، کتاب السنۃ، الباب الاول فی افعالہ، ج:۳،ص:۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۹) قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی علیہ الرحمہ کی جس عبارت کا حوالہ دیا، وہ یہ ہے: **والصحيح ان شاء الله تنزيههم من كل عيب وعصمتهم من كل ما يوجب الريب۔** "ان شاء اللہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر عیب سے منزہ ہیں اور ہر اس چیز سے معصوم ہیں جس سے گناہ کا شک پیدا ہو۔" (الشفاء، فی عصمۃ الانبیاء قبل النبوۃ، ج:۲،ص:۱۴۷، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۱۰) امام عبداللہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **وقال جمهور من الفقهاء من أصحاب مالك وأبي حنيفة والشافعي: انهم معصومون من الصغائر كلها كعصمتهم من الكبائر أجمعها، لأنا أُمرنا باتباعهم في أفعالهم وآثارهم وسيرهم أمراً مطلقاً من غير التزام قرينة، فلو جوزنا عليهم الصغائر لم يمكن الاقتداء بهم، اذ ليس كل فعل من أفعالهم يتميز مقصده من القربة والإباحة اوالحظر او المعصية، ولا يصح أن يؤمر المرء بامتثال أمر لعله معصية۔** "امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اُن کے اصحاب اور جمہور فقہا اور محدثین کا یہ مذہب ہے کہ انبیا علیہم السلام جس طرح کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اسی طرح صغائر سے بھی معصوم ہوتے ہیں، کیونکہ ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کے افعال، ان کے آثار اور ان کی سیرتوں کی اتباع کریں اور یہ حکم مطلق دیا گیا ہے اس میں کوئی استثناء نہیں ہے اگر ہم انبیا علیہم السلام سے صغائر کے وقوع کو جائز قرار دیں تو ان کی اقتداء کرنا ممکن نہیں ہوگی، کیونکہ ان کے افعال میں سے ہر فعل اس سے علیٰحدہ نہیں ہے کہ وہ عبادت

ہے یا اباحت، یا ممنوع ہے یا معصیت اور نہ کسی شخص کو یہ حکم دینا صحیح ہوگا کہ وہ ان کے کسی حکم پر عمل کرے کیونکہ ہوسکتا ہے ان کا وہ حکم معصیت ہو۔" (الجامع لاحکام القرآن، تحت سورۃ البقرہ، آیت: ۳۵، الجزء الاول، ص: ۴۵۹، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان)

(۱۱) علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: **و المذهب عندنا منع الكبائر بعد البعثة مطلقاً و الصغائر عمداً لا سهواً لكن لا يصرون و لا يقرون بل ينبهون فينتبهون۔** "ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے، اور صغائر عمداً نہیں کرتے، البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہوجاتا ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔" (شرح المقاصد، المبحث السادس، ج: ۵، ص: ۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

(۱۲) علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں: **المذكور في كلام الشارح هو مذهب عامه المتكلمين و خالفهم جمهور جمع من العلماء فذهبوا الى العصمة عن الصغائر و الكبائر قبل الوحي و بعده و هو مختار أبي المنتهٰى شارح الفقه الاكبر و الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي... (الى قوله) فان قلت فهٰذه العصمة مذهب الشيعة قلت او لاً لا باس في الإتفاق الاتفاقي اذ مقصود المشائخ إتباع الحق لا وِفاق الشيعة و ثانياً أن بين الفريقين بعد المشرقين لا ن الشيعة علىٰ تجويز الكفر تقية۔** "شرح عقائد میں جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے کبیرہ اور اعلان نبوت کے بعد صغیرہ کا صدور جائز ہے، یہ عام متکلمین کا مذہب ہے، اور جمہور علماء کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ ابو المنتہیٰ شارح فقہ اکبر اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا بھی یہی مختار ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ عصمت میں یہ مذہب شیعہ کا ہے، تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اتفاقاً کسی مسئلہ میں شیعہ سے موافقت ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ مشائخ کا مقصود حق کی اتباع کرنا ہے، نہ کہ شیعہ کی موافقت کرنا اور ثانیاً یہ کہ ہمارے اور شیعہ کے مذہب میں بہت فرق ہے، کیونکہ وہ عصمت کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے تقیۃً کفر کے صدور کے قائل ہیں۔" (نبراس، ان المذموم ہو الظن

الفاسد،ص:۴۵۴،مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

عصمت انبیاء علیہم السلام پر دلائل

اب عصمت انبیاء علیہم السلام کے دلائل کی طرف آتے ہیں۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر چہ بگندد نمکش میزنند
وای از آں روز کہ بگندد نمک

ہر خراب ہونے والی چیز کو نمک لگایا جاتا ہے۔افسوس اس دن پر جب نمک خراب ہو جائے۔یعنی جس چیز کے ذریعہ خراب چیزوں کا علاج کیا جاتا ہے اگر وہی چیز خراب ہو جائے تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے؟ قارئین کرام!انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی ہے۔اگر انبیاء کرام علیہم السلام خود راہ ہدایت سے ہٹ جائیں اور ان کا دامن گناہوں سے آلود ہو جائے تو پھر نوع انسانی کی ہدایت کون کرے گا؟ یہ عام فہم مثال ظاہر کرتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا دامن ہر قسم کی خطاؤں،لغزشوں اور آلودگیوں سے پاک ہونا چاہیے۔

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) گناہ اپنے نفس پر ظلم ہے اور ظالم اللہ کے عہد کو نہیں پا سکتا۔قرآن مجید میں ہے: قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (سورۃ البقرۃ،آیت:۱۲۴)

اللہ نے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔(کنز الایمان)

نبوت سب سے بڑا عہد ہے جو کسی ظالم کو نہیں مل سکتا۔انبیائے کرام علیہم السلام نے جب عہد نبوت کو پالیا تو ثابت ہو گیا کہ وہ گناہوں سے معصوم ہیں۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام پر جب ان کی قوم نے گمراہی کا الزام عائد کیا تو انہوں نے جو جواب دیا۔قرآن مجید نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ الاعراف،آیت:۶۱)

کہا! اے میری قوم! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں، میں تو ربُّ العٰلمین کا رسول ہوں۔ (کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت اور گمراہی جمع نہیں ہوسکتیں کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام نے گمراہی کے الزام کی تردید کی اور دلیل یہ پیش کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول گمراہ نہیں ہوتے ہیں اور رسالت وعصمت لازم وملزوم ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: جب دنیاوی بادشاہ نا اہل، ناسمجھ کو اپنا وزیر یا حاکم نہیں بناتے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ رب العالمین کم عقل یا گمراہ یا کم علم کو نبوت جیسا عہدہ عطا فرمادے۔ اس میں رب کی توہین ہے کہ اس کا انتخاب غلط ہو۔ (تفسیر نور العرفان، ص: ۲۵۱، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی)

مقالات کاظمی حصہ سوم میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی بات کو بڑے دلنشین پیرائے میں بیان کیا ہے، آیئے مستفید ہوتے ہیں۔

کم از کم اتنی بات تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس کام کے کرنے کی صلاحیت کسی میں نہ ہو وہ کام اس کو سپرد نہیں کیا جاتا۔ ایک ظالم کو کرسی عدالت پر بٹھانا، ان پڑھ آدمی کو علم وحکمت کی موشگافیوں کا کام سونپنا، کسی بدکار فاسق وفاجر کو عفیفات کی عزت وناموس کی حفاظت کے لیے متعین کرنا، بیمار وناتواں کے سر پر بھاری بوجھ رکھ دینا، گم کردہ راہ سے ہدایت طلب کرنا کسی عاقل کا کام نہیں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان امور کی صلاحیتوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ ان کی انجام دہی کا منصب انبیاء علیہم السلام کو سونپ دے؟ جب یہ ممکن نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کے ساتھ وہ تمام قوتیں اور صلاحتیں بھی انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی ہیں جن کا ہونا ان کے لیے ضروری تھا اور یہی عصمت کا مفہوم ہے جس کے بغیر نبوت ایسی ہے جیسے بینائی کے بغیر آنکھ اور روشنی کے بغیر سورج۔ (مقالات کاظمی، حصہ سوم، از www.kazmi.com)

(۳) حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا۔ ''وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھٰکُمْ عَنْہُ'' (سورۂ ہود، آیت: ۸۸)

میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کا خلاف

کرنے لگوں۔ (کنزالایمان)

انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کو ہمیشہ گناہوں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور شعیب علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں گناہوں سے روکتا ہوں تو خود گناہ کیسے کر سکتا ہوں بلکہ میں تو اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔

اس آیت کے ذیل میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام گناہ کا ارادہ بھی نہیں کرتے کیونکہ گناہ کرانا یا نفس امارہ کا کام ہے یا شیطان کا۔ انبیاء کرام کا نفس امارہ نہیں ہوتا۔ رب فرماتا ہے: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ''اور (رہا شیطان، تو) شیطان ان پر مسلط نہیں۔'' رب فرماتا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ۔

اس آیت وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ میں بتایا گیا، مَیں ممنوع کام کرنا تو کیا معنی؟ اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ جب انبیائے کرام ارادۂ گناہ سے محفوظ ہیں تو گناہ کیا معنی؟ جو انہیں گناہ گار مانے وہ شیطان سے بدتر ہے، کیونکہ شیطان نے کہا تھا کہ میں خاص بندوں پر غلبہ نہ پا سکوں گا اور یہ بدنصیب اسے گنہگار یا گمراہ مانتا ہے۔ (تفسیر نور العرفان، ص: ۳۶۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور کراچی)

(۴)۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلَص (چنے ہوئے، پسندیدہ) بندے ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَ الْاَبْصَارِ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ (سورۂ ص، آیت: ۴۶،۴۵)

اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو۔ بے شک ہم نے انہیں امتیاز بخشا یعنی مخلَص کر دیا۔ (کنزالایمان)

اور حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا: اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ۝۲۴ (سورۂ یوسف)

بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں ہے۔ (کنزالایمان)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا: وَاذۡكُرۡ فِي ٱلۡكِتَٰبِ مُوسَىٰٓۚ إِنَّهُۥ كَانَ مُخۡلَصٗا وَكَانَ رَسُولٗا نَّبِيّٗا ﴿٥١﴾ (سورۃ: مریم)

اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بیشک وہ چنا ہوا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتانے والا۔ (کنزالایمان)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کہ مخلَصین کو شیطان گمراہ نہیں کرسکتا: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغۡوِيَنَّهُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ ٱلۡمُخۡلَصِينَ ﴿٨٣﴾ (سورۂ ص)

بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چُنے ہوئے بندے ہیں۔ (کنزالایمان)

کیونکہ المخلَصین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور انہیں ہر اس چیز سے محفوظ کر دیتا ہے جو اطاعت خداوندی کے خلاف ہے۔

(۵) انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: إِنَّهُمۡ كَانُواْ يُسَٰرِعُونَ فِي ٱلۡخَيۡرَٰتِ (سورۃ الانبیاء، آیت: ۹۰)

بیشک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے۔ (کنزالایمان)

الخیرات جمع معرف باللام ہے جو عموم کے لیے ہے لہٰذا فعل اور ترک دونوں سے متعلق نیکیوں کو شامل ہوگی۔ فعل سے مراد وہ نیکیاں ہیں جو عمل اور قول سے حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اور ترک سے وہ نیکیاں مراد ہیں۔ جو کسی کام کو نہ کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے جھوٹ، چغلی، غیبت اور چوری وغیرہ نہ کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح عبادات فعلیہ کا عمل میں لانا نیکی ہے اسی طرح گناہوں کے کاموں کا نہ کرنا بھی نیکی ہے اور ''الخیرات'' کا لفظ سب کو شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام گناہ نہ کرنے میں بھی مسارعت کی صفت سے متصف ہیں۔

(۶) اگر (معاذ اللہ) انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَإِنَّ لَهُۥ نَارَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ﴿٢٣﴾ (سورۃ الجن)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں۔(کنزالایمان)

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

(۷) اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہو تو ان کی اتباع حرام ہوگی، کیونکہ اس صورت میں وہ گناہ بھی کرنا پڑے گا جو نبی نے کیا۔ ورنہ ان کی اتباع نہ ہو سکے گی۔ اور گناہ حرام ہونے کی وجہ سے نبی کی اتباع بھی حرام ہوگی، نبی کی اتباع کا حرام ہونا قطعاً باطل ہے لہٰذا نبی سے گناہ کا صادر ہونا بھی باطل ہوگا۔ نبی کی اتباع کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (سورۃ: آل عمران)

اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (کنزالایمان)

(۸) جس سے گناہ صادر ہوں ان کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا (سورۃ: الحجرات، آیت: ۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔ (کنزالایمان)

اور امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

(۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہے یا مستحب۔ اگر نبی سے گناہ صادر ہو تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت و زجر (روک، ٹوک، تنبیہ) کرنا جائز ہوگا جو ایذا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو ایذا پہنچانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ (سورۃ: الاحزاب)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (کنزالایمان)

(۱۰) بزرگی اور کرامت میں جس قدر زیادہ مرتبہ بلند ہو گناہ کرنے پر اسی قدر زیادہ عذاب کا استحقاق ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کے اندر ازواج مطہرات کے متعلق ارشاد فرمایا گیا: یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ (سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۰)

اے نبی کی بیبیو جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے اس پر اوروں سے دُونا عذاب ہو گا۔ (کنزالایمان)

یہ دونا عذاب کیوں ہے؟ علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: چونکہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیرِ سایہ اور زیرِ تربیت رہتی ہیں، ان کے سامنے وحی اترتی اور احکام نازل ہوتے ہیں اور ان کا رتبہ اور مقام عام عورتوں سے بلند ہے، اس لیے ان پر گرفت بھی بہت سخت ہے اور اگر بالفرض وہ کوئی کبیرہ گناہ کر لیں تو جس طرح نیک اعمال پر انہیں دگنا اجر دیا جاتا ہے اسی طرح گناہ پر دگنا عذاب بھی ہوگا۔ (البحر المحیط، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۰، ج:۹، ص: ۳۷۴، دار الفکر بیروت، لبنان)

انبیائے کرام کا مرتبہ تو بہت بلند ہے۔ بالفرض اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو ان کی سزا کئی گنا ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ عذاب وسزا سے انبیاء کرام مبرا ہیں اس لیے ان سے گناہوں کا تصور بھی محال ہوا۔

(۱۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ (صغیرہ) واقع ہوں تو وہ مطلقاً معصوم نہیں رہیں گے اور ان کا اپنی امت کو گناہ (صغیرہ) سے روکنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ (سورۃ: الصّف)

کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ (کنزالایمان)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ (سورۃ البقرۃ)

کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ (کنزالایمان)

جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی کے مرتکب ہوتے ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک مذموم ہیں اب اگر انبیاء کرام بھی گناہ کے مرتکب ہوں تو انبیاء کرام کا بھی مذموم ہونا لازم آئے گا اور یہ بالاجماع باطل ہے تو ان برگزیدہ حضرات سے گناہوں کا صدور ناممکن ہوا۔

(۱۲) ارشاد ربانی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ النساء، آیت: ٦٤) اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو مطاع بنا کر بھیجا گیا ہے، یعنی ان کی ذات اس لائق ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ شریعت نے انبیاء کرام علیہم السلام کی اطاعت کے لیے کسی وقت کا تعین نہیں کیا، نہ ہی کوئی شرط عائد کی کہ فلاں فلاں اوقات میں انبیاء کی اطاعت کی جائے اور فلاں وقت پر وہ قابل اطاعت نہیں رہتے، بلکہ قرآن وحدیث کا مطالعہ ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ نبی ہر وقت مطاع ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نبی سے گناہوں، خطاؤں اور لغزشوں کا صدور درست تسلیم کیا جائے تو گناہ وخطا کی اطاعت بھی لازم آئے گی جس سے سارے کا سارا نظام ہدایت چوپٹ ہو کر رہ جائے گا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا مطاع ہونا ہی ان کی عصمت کی دلیل ہے۔

اطاعت انبیاء علیہم السلام کے برعکس اگر اطاعت والدین کے مسئلے کو سامنے رکھیں تو عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ مزید نکھر کر سامنے آتا ہے، ارشاد ربانی ہے: وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (سورۃ: لقمان، آیت: ۱۵)

اور اگر وہ دونوں (والدین) تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ مان۔ (کنزالایمان)

شریعت نے والدین کی اطاعت کو مشروط کر کے اور اطاعت انبیاء علیہم السلام کو غیر مشروط رکھ کر مسئلہ واضح کر دیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا دامن ہر طرح کی آلودگیوں سے پاک ہے۔ (اکثر دلائل تفسیر کبیر، شرح المقاصد، شرح المواقف، الشفا للقاضی عیاض، نسیم الریاض، نبراس سے اخذ کیے گئے ہیں۔)

عصمت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اعتراضات کا مختصر جواب

(۱) علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی اور مختصر جواب پیش کیا ہے، جو ہدیہ قارئین ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں جو عصمت کے خلاف ہیں، یہ تمام واقعات اخبار آحاد سے مروی ہیں اور یہ روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں، اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف عصیان، غوایت اور ذنب کی نسبت ہے، وہ سہو، نسیان، ترک اولیٰ یا اجتہادی خطا پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی کمال تواضع، انکسار (تعلیم امت) اور امتثال امر ہے۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب القدر، ج:۷، ص:۲۹۷، پوربندر، گجرات)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف مغفرت ذنب کی نسبت کی توجیہات

ایک ہندو شخص راما سنگھم نے قرآن مجید کی تین آیتوں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گناہ گار ثابت کیا، وہ تینوں آیتیں یہ ہیں:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ (سورۂ محمد، آیت:۱۹)

اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (کنزالایمان)

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (سورۃ المومن، آیت:۵۵)

اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ (کنزالایمان)

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت:۲)

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (کنزالایمان)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے پاس یہ سوال بھیجا گیا تو آپ نے اس کے پندرہ جواب دیے، ہم ان میں سے بارہ جوابات کی تسہیل اور تنقیح کر کے ما حصل پیش کر رہے ہیں اور پہلا، دوسرا اور تیسرا جواب یہاں ذکر نہیں کر رہے ہیں کیوں کہ یہاں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

چوتھا جواب: خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مجازاً شکر کی ادائیگی میں کمی کو ذنب فرمایا ہے اور یقیناً یہ گناہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور متناہی وقت میں غیر متناہی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے، غیر متناہی نعمتیں اس طور پر کہ ہر وقت، ہر لمحہ، ہر آن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتیں اترتی رہتی ہیں، خاص طور سے خاصوں کے سردار پر اور بشر ہونے کی وجہ سے کھانے، پینے اور سونے کی ضرورت پیش آتی ہے اگرچہ خاص لوگوں کے یہ فعل بھی عبادت ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں، تو اس کمی کو تقصیر اور تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

پانچواں جواب: خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الفتح میں مَا تَقَدَّمَ کو گناہ فرمایا گیا حالانکہ نزول وحی سے پہلے آپ نے جو کام کیے وہ گناہ ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ گناہ، مخالفت فرمان کو کہتے ہیں اور مخالفت فرمان، نزول وحی سے پتہ چلتا ہے، جب وحی نازل نہیں ہوئی تو گناہ بھی نہیں۔ لہٰذا اس پر گناہ کا اطلاق مجازی ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ العزیز کے انداز بیان سے محظوظ ہونے کے لیے بعینہ عبارت پیش ہے: بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں۔

مَا تَقَدَّمَ سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفتِ فرمان کو، اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنیٰ، اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔؟

چھٹواں جواب: خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الفتح میں مَاتَاَخَّرَ کو بھی گناہ فرمایا، حالانکہ جن کاموں کے کرنے کے بعد ان کی ممانعت نازل ہوئی وہ کیسے گناہ ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا مَاتَاَخَّرَ پر بھی گناہ کا اطلاق مجازاً ہے، مَاتَاَخَّرَ کی وضاحت میں یوں رقمطراز ہیں: جس طرح مَاتَقَدَّمَ میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں۔ یوں ہی مَاتَاَخَّرَ میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اترا اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنیٰ ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اسی طریقے سے ان کو مَاتَاَخَّرَ فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

ساتواں جواب: ہندوؤں کی وید کی عبارات پر مشتمل الزامی جواب ہے، اس کو ہم نے ترک کر دیا، لیکن اس جواب میں اعلیٰ حضرت کی یہ عبارت قابل ذکر ہے کہ ''نہ ہر تفسیر معتبر، نہ ہر مفسر مصیب؛ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔۔۔اھ''

آٹھواں جواب: خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ المومن ر ۵۵ اور سورۃ: محمد ر ۱۹ سے قطعی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس میں بالخصوص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے، بلکہ دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سننے والے کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: اے سننے والے! اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

نواں جواب: خلاصہ یہ ہے کہ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ (سورۂ محمد ر ۱۹) میں واضح قرینہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب نہیں ہے بلکہ کافر سے خطاب ہے، وہ قرینہ یہ ہے: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ خطاب اس شخص سے ہے جو ابھی یہ بھی نہیں جانتا کہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا معنی کیا ہے؟ توحید کیا ہے؟ ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے! جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور پھر اپنے اور اپنے مسلمانوں بھائیوں کے لیے استغفار کر۔

دسواں جواب: حاصل یہ ہے کہ سورۃ المومن اور سورۂ محمد دونوں میں امر کا صیغہ ہے اور امر

انشاء ہے اور انشاء وقوع کو مستلزم نہیں تو معنیٰ یہ ہے کہ اگر بہ فرض محال آپ سے گناہ واقع ہو جائے تو آپ اپنے گناہ پر استغفار کریں لہٰذا یہ قضیہ واقعیہ نہیں ہے بلکہ فرضیہ انشائیہ ہے۔

گیارھواں جواب: خلاصہ یہ ہے کہ 'ذنب' (گناہ) کی حقیقت قصداً نافرمانی کرنا ہے اور قرآن عظیم میں ''ذنب'' کا اطلاق معصیت غیر عمد پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے بھولے سے شجر ممنوع سے کھالیا تھا۔ لہٰذا سہو کو ذنب نہیں کہتے؛ ان میں ذنب کا اطلاق مجازی ہے۔

بارھواں جواب: حاصل یہ ہے کہ ان آیتوں میں خلاف اولیٰ کاموں پر ذنب کا اطلاق فرمایا گیا ہے کیونکہ جس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے، اس پر گرفت بھی سخت ہوتی ہے، نیکوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں، مقربین کے نزدیک ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، حالانکہ ترک اولیٰ گناہ نہیں ہوتا۔

تیرھواں جواب: خلاصہ یہ ہے کہ 'ذَنْبِكَ' سے اہل بیت کرام کی لغزشیں مراد ہیں 'وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَات' سے عام مسلمان مردوں اور عورتوں کی لغزشیں مراد ہیں اور یہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ ''شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے۔ (مزید تفصیل ص: ۷۷ پر)

چودھواں جواب: حاصل یہ ہے کہ سورۃ الفتح کی آیت کریمہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کے 'لَكَ' میں لام تعلیل کا ہے۔ بنا بریں مَا تَقَدَّمَ سے تمہارے اگلوں یعنی باستثناء انبیاء کرام آپ کے تمام آباء کرام وامہات طیبات کے گناہ اور مَا تَأَخَّرَ سے تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک آپ کے تمام اہل بیت وامت مرحومہ کے گناہ مراد ہیں۔ تو اب آیت کریمہ کا معنیٰ یہ ہوا کہ ''ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقے کے سب اگلوں، پچھلوں کے گناہ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تتمہ ص: ۸۰ پر ملاحظہ فرمائیں۔)

پندرھواں جواب: مختصر ہونے کی وجہ سے بعینہ عبارت پیش ہے: مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ سے قبل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع والحمد وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ شفیع

المذنبین و بارک وسلم الیٰ یوم الدین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ماحصل یہ کہ جس طرح مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ سے مرادنزول وحی سے پہلے یا نزول وحی کے بعد کے کام مراد ہیں، (جس کا ذنب نہ ہونا جواب پانچ، چھ میں واضح کیا گیا ہے۔) دیگر مقام پر بھی اسی کاموں کو مجازاً 'ذنب' سے تعبیر واطلاق کیا گیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹۔ص،۳۹۶ تا ۴۰۱، پور بندر، گجرات)

ذنب واستغفار کی تحقیق

استاذ محترم محقق مسائل جدیدہ سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی زیدت محاسنہم صدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنی مایہ ناز کتاب عصمت انبیاء میں ان اعتراضات کے جوابات میں ۱۱ر معانی کو تفاسیر معتبرہ، معتمدہ، مقبولہ کی روشنی میں بیان فرمایا ہے۔ اب ہم انھیں معانی کو پیش کرتے ہیں، اوران کو ہم نے اپنے انداز اور اپنی ترتیب سے جمع کیا ہے۔ ان میں اکثر دلائل اسی کتاب سے مختصراً وملتقطاً لیے گئے ہیں اور بعض فقیر کی تلاش وکاوش ہے۔ لیکن اس سے قبل اسی کتاب سے ذنب اور مغفرت کے معانی ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

ذنب کا معنیٰ

ذنب کا اصل معنی ہے۔ پیچھے لگنا، لاحق ہونا، آخر میں ہونا اور یہ معنی اس مادے کے تمام کلمات میں کسی نہ کسی مناسبت سے پایا جاتا ہے مثال کے طور پر چند کلمات ملاحظہ کریں۔

ذَنبه ذنباً. تبعه فلم یغادر اثره پیچھے لگا رہا۔

ذنب. الضب: اخرج ذنبه گوہ نے دم باہر نکالی۔

الجراد: غرز ذنبه لیبیض ٹڈی نے انڈے دینے کے لیے دم کو زمین میں چبھویا۔

تذانب السحاب وغیرہ: تبع بعضه بعضا بادل ایک دوسرے کے پیچھے ہوئے۔

استذنب. الأمر، تم، استتبّ کامل ہوا۔

الذناب. من کل شیء. عقبه و مؤخره ہر چیز کا پچھلا حصہ۔

اذناب الناس: ارازلهم و سفلتهم. پچھڑے درجے کے لوگ۔

(المعجم الوسیط، باب الذال ص: ۳۱۶، مکتبۃ الشروق الدولیۃ، لسان العرب، باب الذال، المجلد الثالث ص: ۱۵۱۹، ۱۵۲۱، دار المعارف)

الذنوب: القبر، ولحم المتن و الألية قبر، پشت، چکتی کا گوشت۔

المذانب من الابل. الذی فی آخر اللیل سب سے پیچھے چلنے والا اونٹ

الذنابة: الذنب الطویل. لمبی دم

(القاموس المحیط، فصل الذال باب الباء، ج:۱، ص: ۶۹، مکتبۃ المدینہ۔ لسان العرب، باب الذال، المجلد الثالث ص: ۱۵۲۰، دار المعارف)

تذنب المعتم: أی ذنب عمامته و ذلک اذا افضل منها شیئاً، فارخاه کالذنب عمامہ کا شملہ لٹکایا۔ (لسان العرب، باب الذال، المجلد الثالث ص: ۱۵۲۰)

اسی مناسبت سے 'تبعة' کو بھی 'ذنب' کہا جاتا ہے **تبعة** کا معنی ہے. انجام کار، اثر جو کام پر مرتب ہو کہ کام کا اثر یا انجام اس کے آخر میں مرتب ہوتا ہے۔ اس کا ایک معنی ''الزام'' بھی ہے جو کسی کام کے نتیجے میں لگے۔

ماہر لغات القرآن امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **و الذنب فی الاصل: الاخذ بذنب الشیء یقال ذنبته: اصبت ذنبه و یستعمل فی کل فعل یستوخم عقباه اعتبارا بذنب الشیء، ولهذا یسمی الذنب تبعة إعتباراً لما یحصل من عاقبته۔** ''ذنب کا اصل معنیٰ 'پیچھے لگنا' ہے۔ کہا جاتا ہے **ذنبته** میں اس کے پیچھے لگا اور اسی معنیٰ کے لحاظ سے اس کا استعمال ہر اس کام میں ہوتا ہے جس کا انجام برا ہو کہ کام کا انجام اس کے پیچھے ہی ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ذنب کو **تبعة** کہا جاتا ہے کہ یہ شے کے بعد یا آخر میں حاصل ہوتا ہے۔'' (المفردات فی غریب القران، ص: ۲۴۰، باب الذال و ما یتصل بها، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز)

المعجم الوسیط میں ہے۔ **التبعة، التباعة: تباعة الامر، عاقبته و مایترتب علیه من أثر۔** ''**تبعة** کا معنیٰ ہے۔کام کا نتیجہ، انجام کار، کوئی بھی اثر جو شے پر مرتب ہو۔'' (المعجم الوسیط، باب التاء، ص:۸۱، مکتبۃ الشروق الدولیۃ)

'**مایترتب علیه من اثر**' کے عموم میں 'خلاف اولیٰ' بھی شامل ہے۔ابو منصور محمد بن احمد بن از ہر ہروی لکھتے ہیں: **التبعة و التباعة اسم الشیء الذی لک فیه بغیة شبه ظلامة و نحو ذلک۔** ''**تبعة** اور **تباعة** اس چیز کا نام ہے جس میں تمہارا کوئی مطلوب اس چیز کے مشابہ ہو جو تم سے ظلماً لے لی گئی ہو اور اسی طرح کی کوئی بھی چیز۔'' (لسان العرب، باب التاء، ج:۱، ص:۴۱۸، دار المعارف)

اس عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ **تبعة** کے مفہوم عام میں 'الزام' کا معنیٰ بھی شامل ہے کہ 'الزام' بھی ایک ایسی ہی چیز ہے جس میں الزام لگانے والے کا کوئی مطلوب و مرغوب ہوتا ہے اور اس کے خیال میں اس پر ملزَم کی طرف سے کوئی زیادتی ہوتی ہے خواہ واقع میں زیادتی ہو یا نہ ہو۔

'ذنب' کا ایک معنی گناہ بھی ہے کہ یہ برے کام پر مرتب ہونے والا ایک اثر ہے جو کام کے پیچھے اس کے مرتکب کو لاحق ہوتا ہے۔**ویستعمل فی کل فعل یستوخم عقباه إعتبارا بذنب الشیء** (المفردات، ص:۳۴۰، مکتبۂ نزار مصطفیٰ الباز) تو معنیٰ اصلی کی مناسبت یہاں بھی موجود ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ''ذنب'' کا لفظ، عربی زبان میں ''گناہ'' کے معنی میں ہی محصور نہیں بلکہ اس کے دوسرے معانی بھی ہیں۔مثلاً:

(۱) پیچھے لگنا، آخر میں ہونا۔یہی اس لفظ کا معنیٰ اصلی ہے۔

(۲) ہر وہ کام جس کا انجام مضر یا برا ہو، اس معنیٰ کا ایک فرد ''گناہ'' بھی ہے۔

(۳) کوئی بھی اثر جو شے پر مرتب ہو۔اس کے عموم میں ''ترک اولیٰ، شکر میں کمی'' وغیرہ داخل ہیں۔

(۴) الزام، سہو، نسیان وغیرہ۔

استغفار کا معنیٰ

'استغفار' کا مادہ 'غَفْرٌ' ہے۔اس کا معنیٰ ہے۔چھپانا، ڈھانکنا، آڑ بن جانا۔اور یہ معنیٰ اس مادہ کے عامۂ مشتقات میں یک گونہ مناسبت کے ساتھ پایا جاتا ہے، مثال کے لیے المعجم الوسیط، باب الغین، ص:۶۵۶، مکتبۃ الشروق الدولیۃ۔القاموس المحیط، فصل الغین، باب الراء، ج:۲، ص۱۰۱ تا ۱۰۲۔المفردات فی غریب القرآن، کتاب الغین، ص:۴۶۹۔مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ملاحظہ کریں۔

ان لغات سے معلوم ہوگا کہ غفر اور غفران کا اصل معنی ہے چھپانا، ڈھانکنا، آڑ بن جانا۔ 'گناہ بخش دینا' بھی گناہ کا چھپانا ہے اس مناسبت سے یہ بھی غفران کہا جاتا ہے اور اسی کی طلب کا نام استغفار ہے۔

اس معنیٰ کے لحاظ سے غفران اور استغفار کے لیے 'گناہ' ہونا لازم نہیں۔گناہ کے ارتکاب میں آڑے آنا اور رکاوٹ ڈالنا بھی غفران کے مفہوم میں داخل ہے۔

نیز اس کا معنیٰ ہے ''عذاب سے بچانا، عذاب سے حفاظت کی طلب'' اور اس کے لیے بھی گناہ لازم نہیں کہ گناہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں عذاب سے حفاظت ہوسکتی ہے۔

مذکورہ عربی لغات کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ذنب اور غفران کا لفظ ''گناہ'' اور ''بخشش گناہ'' کے معنی میں محصور نہیں لہٰذا ان الفاظ کا سہارا لے کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف گناہ کا انتساب جائز نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ جمہور مفسرین نے مذکورہ بالا آیات میں ''ذنب'' کے معنیٔ اصلی کی مناسبت سے کچھ دوسرے معانی مراد لیے ہیں یا گناہ مراد لینے کی صورت میں دوسری توجیہات فرمائیں، جو ہدیۂ ناظرین ہیں۔(عصمت انبیاء، ص:۴۶،۵۲)

آیات ذنب کے معانی

تفاسیر کی چار قسموں کے ضمن میں ۱۲؍معانی پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلی قسم

آیات ذنب میں ذنب ''گناہ'' کے معنیٰ میں نہیں بلکہ اس سے دوسرے معنیٰ مراد ہیں، جو ذنب کے معنیٔ اصلی سے خاصی مناسبت رکھتے ہیں۔ جیسے:

ا۔ **ترک اولیٰ:** ''ذنب'' سے مراد ''ترک اولیٰ'' ہے؛ ترک اولیٰ کے دو معنیٰ ہیں:

①۔۔۔ ایک یہ کہ جو بات واقع میں زیادہ بہتر اور مناسب ہو اسے چھوڑ دینا۔ جیسے گرمیوں کے موسم میں ظہر کی نماز زوال کے بعد دھوپ کی شدّت کے وقت میں بھی پڑھنا جائز ہے اور ٹھنڈا کر کے پڑھنا بھی جائز ہے۔ دونوں صورتیں شرعاً مباح ہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ جب دھوپ کی تپش کم ہو کر وقت ٹھنڈا ہو جائے تب نماز ادا کی جائے۔

تو اس کے پیش نظر دھوپ کی شدت کے وقت میں نماز پڑھنا ترک اولیٰ ہوا مگر یہاں گناہ کا قطعی کوئی تصور نہیں۔

اب اگر رسول اکرم ﷺ نے کبھی بیان جواز کیلئے یا اور کسی وجہ سے ظہر کی نماز گرمیوں کے موسم میں دھوپ کے شباب کے وقت میں ادا فرمائی تو یہ ترک اولیٰ ہوا جو گناہ و ناجائز نہیں بلکہ درحقیقت جائز اور حلال ہوتا ہے، مگر بظاہر خوب تر بھی نہیں۔

بظاہر اس لئے کہ حضور ﷺ نے بیان جواز کے لیے اس طرح کے جو کام کیے ہیں وہ حقیقت میں اولیٰ سے بھی زیادہ پسندیدہ اور اہم ہیں کیونکہ اگر آپ نے وہ کام انجام نہ دیے ہوتے تو امت کو ان کے جواز کا حکم شرعی معلوم نہ ہوا ہوتا اور بیان حکم، عین منصب نبوت کا تقاضا ہے۔

اور اگر آپ ﷺ نے کسی حاجت کی وجہ سے اولیٰ کے خلاف کوئی کام کیا تو درحقیقت وہ بھی خلاف اولیٰ نہیں کہ بوجہِ حاجت اب وہی اولیٰ ہو گیا۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ گو کہ کوئی کام اپنے اصلِ حکم کے لحاظ سے اولیٰ کے خلاف ہو لیکن اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہو تو اس پر ترک اولیٰ کا اطلاق صرف آپ کے مرتبۂ بلند کے لحاظ سے ہو گا۔ نہ یہ کہ واقع میں وہ ترک اولیٰ ہے۔ اور اسی کو قرآن مقدس اپنے عرف میں ذنب سے موسوم کرتا ہے۔ چنانچہ بہت سے مفسرین کرام اور علماء فخام نے یہی

توجیہ فرمائی۔ مثلاً:

(۱) محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ذنب'' سے مراد ترک اولیٰ ہے اور ترک اولیٰ حقیقت میں گناہ نہیں کیونکہ ''اولیٰ'' اور ''غیر اولیٰ'' دونوں مباح ہونے میں یکساں ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج:۱، ص:٦٠، باب سوم درذکر فضل وشرافت)

۲۔۔۔ ترک اولیٰ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ کام تو اپنی حقیقت کے لحاظ سے بہتر، پسندیدہ اور نیکی ہی ہے، مگر وہ فاعل کی شایان شان نہیں یعنی اس کے بلند رتبے کے پیش نظر وہ بہتر یا پسندیدہ نہیں۔ **حسنات الابرار سیئات المقربین** (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لیے عیب ہوتی ہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جتنا قرب زائد اسی احکام کی شدت زیادہ۔ ع جن کے رتبے ہیں سوا، اُن کو سوا مشکل ہے

بادشاہِ جبّار، جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا (اور اس کے ساتھ) جو برتاؤ گوارا کرے گا (وہ) ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا (اور) شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء (الغرض) ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لیے وارد ہوا ''**حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ**'' نیکوں کے جو نیک کام ہیں، مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اَولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۲۹، ص:۴۰۱)

انبیاء کرام اور حضور سید الانام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایسے ہی غیر اولیٰ فعل کو آپ حضرات کے مراتب عالیہ کے پیش نظر قرآن حکیم میں ''ذنب'' فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ بہت سے مفسرین اور علمائے اعلام نے یہاں ''ذنب'' کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔ مثلاً:

(۱) علامہ آلوسی رقمطراز ہیں: حضور ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کے منصب جلیل کے لحاظ سے افضل کے ترک کا نام ''ذنب'' ہے اور بہت سی چیزیں ہیں جو ایک شخص سے ہوں تو نیکی ہیں اور دوسرے سے ہوں تو برائی ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے خطا کا درجہ رکھتی ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر قولہ تعالیٰ: فاعلم انہ لا الہ الا اللہ الآیہ ج:۲٦، ص:۵۵، احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

خلاصہ کلام یہ کہ یہاں ''ذنب'' کا اطلاق ''بظاہر خلاف اولیٰ'' کے لیے کیا گیا ہے جسے ترک افضل بھی کہا جاتا ہے اور یہ کوئی گناہ نہیں۔

۲۔**شکر میں کمی:** ''ذنب'' کا ایک مفہوم ہے: ''شکر میں کمی''۔لیکن یہ کمی بھی گناہ نہیں کیوں کہ ایسا شکر بندے کی قدرت سے بالاتر ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور متناہی وقت میں غیر متناہی نعمتوں پر شکر ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

شکر کی اس کمی کو قرآن پاک میں ''ذنب'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔کمی یا قاصر و عاجز رہنا، ''ذنب'' کے معنیٰ اصلی سے مناسبت یہ ہے کہ ''پیچھے رہ جانے'' کو مستلزم ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: **قال اللہ عزوجل: وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا** (سورۃ: النحل، آیت: ۱۸)

اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔ (کنزالایمان)

جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔

از دست و زباں کہ برآید　　　کز عہدۂ شکرش بدر آید

کسی کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے؟

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنیٰ معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے۔نعمائے الٰہیہ، ہر وقت، ہر لمحہ، ہر آن، ہر حال میں متزائد ہیں۔خصوصًا خاصوں پر، خصوصًا اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں۔اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ''ذنب'' سے تعبیر فرمایا گیا۔ (فتاوی رضویہ، ج:۲۹، ص:۳۹۶، ۳۹۷، پوربندر گجرات)

(۱) یہ تفسیر سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔چنانچہ تنویر المقیاس میں ہے: اے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کے اصحاب پر جو انعامات فرمائے ہیں۔ان کے شکر میں کمی کی وجہ سے استغفار کیجیے۔ (تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس تحت قولہ تعالیٰ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ الآیہ، ص:۵۰۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

کمی کا یہ مفہوم ''شکر کامل، شکر لسانی'' دونوں میں عام و شامل ہے۔

(۲) ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ہر چند کہ بندہ اپنے مقسوم کے مطابق اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جائے پھر بھی وہ اللہ کی مغفرت سے مستغنی نہیں ہوتا کیونکہ بندہ اپنے بشری عوارض کی بناء پر تقاضائے ربوبیت کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا امت کے اہم کاموں میں منہمک اور مستغرق ہونے کی وجہ سے جو حضرت الوہیت کی جانب توبہ کرنے میں کمی واقع ہوتی ہے، حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو بھی سیئہ اور گناہ خیال کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔ (نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، القسم الثالث فیما یجب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما یستحیل فی حقہ، ج:۵ ص:۱۸۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''شکر لسانی'' یا ''شکر کامل'' میں کمی کو ''ذنب'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا کہ یہ کمی آپ کے منصب عالی کے پیش نظر ایک بڑی بات تھی۔

۳۔ **الزام:** ''ذنب'' سے مراد ''الزام'' ہے جیسا کہ لسان العرب میں ''ذنب'' کا معنی ''الزام'' بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور ''غفران'' سے مراد اسی کو مٹانا ہے: ''ذنب'' سے مراد گناہ نہیں بلکہ محض الزام ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی کنز الایمان میں ذنب کے معنی الزام لکھے ہیں: وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (سورۃ الشعراء، آیت: ۱۴)

اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کر دیں۔ (کنز الایمان)

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قبطی کو ظلم سے روکنے کے لیے گھونسہ مارنے کی وجہ سے اتفاقاً موت واقع ہوگئی تھی۔ تو یہ تادیبی کاروائی نہ فی الواقع قتل تھی نہ ناحق، البتہ قوم فرعون نے اپنی نااہلی کے باعث حقائق کا جائزہ لیے بغیر آپ پر قتل کا الزام عائد کیا تھا۔ تو یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گناہ نہ تھا بلکہ قوم فرعون کا الزام تھا۔

(۲) حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں آیت فتح میں ''ذنب'' کی تفسیر ''الزام'' سے ہی کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''قرآن کریم میں بھی ''ذنب'' کا لفظ

الزام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: وَ لَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ (سورۃ الشعراء، آیت: ۱۴) انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے، پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ (ضیاء القرآن)

ان آیات (لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ) کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھا جائے یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غفر کا معنی چھپا دینا، دور کر دینا۔ مَا تَقَدَّمَ سے مراد ہجرت سے پہلے کے اور مَا تَاَخَّرَ سے مراد ہجرت کے بعد۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم ﷺ پر عائد کیے جاتے تھے۔ وہ یہ ہیں: یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن سن کر فسانے بنالیتا ہے، اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد کے الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے: وہ کہتے یہ قوم میں اختلاف، انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے، اولاد کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے قومی انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آپ ان آیات کو اب پھر پڑھیے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کو شاندار فتح عطا فرمائی ہے تاکہ دور فرما دے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے مشرکین کی زبان بند ہوگئی، پھر تھوڑے ہی دنوں بعد غلبۂ اسلام کی برکت سے یہ سب الزام نیست و نابود ہو گئے۔ (ضیاء القرآن، تحت سورۃ الفتح، ج:۴، ص:۵۳۲، ۵۳۳، مطبوعہ برکات رضا، پوربندر گجرات)

(۳) نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی علیہ الرحمہ نے شرح بخاری میں ''ذنب کا معنی الزام'' فرمایا ہے۔ (نزہۃ القاری، کتاب الایمان، حدیث۔ ۲۰، قد غفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک الخ، ج:۱، ص:۱۳۳۱، فرید بک اسٹال، لاہور)

ماحصل یہ ہے کہ یہاں ''ذنب'' سے مراد ''الزام'' ہے اور ''غفران'' سے مراد اسی کو مٹانا ہے۔

۴۔ **لغزش:** یہاں ''ذنب'' سے مراد ''سہو ونسیان'' ہے جسے ''لغزش'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ جیسے چار رکعت والی نماز میں بھول سے دو رکعت پر ہی سلام پھیر دینا۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان اس مضمون کی وضاحت میں یوں رقمطراز ہیں: ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالیٰ: **وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی** (سورۃ:طٰہٰ،آیت:۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔ (کنزالایمان)

حالانکہ خود فرماتا ہے: **فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا** (سورۃ:طٰہٰ،آیت:۱۱۵)

آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ (کنزالایمان)

لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ، خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا (سورۃ البقرہ،آیت:۲۸۶)

اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چُوکیں۔ (کنزالایمان)

(فتاویٰ رضویہ،ج:۲۹،ص:۳۹۹،پوربندر گجرات)

ماحصل یہ ہے کہ ''ذنب یا عصیان'' کی نسبت آیات میں انبیائے کرام کی طرف کی گئی ہو تو ان سے مراد ''سہو ونسیان'' ہے جس کو ''لغزش'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا گناہ سے کوئی علاقہ نہیں مگر قرآن کے عرف میں یہ بھی ذنب کا مصداق ہے۔

۵۔ **پست مقام:** ''ذنب'' سے مراد آپ کے ''سیر فی اللہ'' کی ہر پہلی گھڑی ہے جس سے بعد کی ہر گھڑی افضل و بہتر ہے۔ یہ بھی فی الواقع گناہ نہیں لیکن آپ کے نزدیک مشاہدۂ حق میں یہ کمی بھی گویا بڑی بات تھی۔

(۱) شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: آپ کا ہر آن اللہ سے قرب رہتا تھا اور ہر بعد والی آن میں پہلی آن سے زیادہ قرب ہوتا تھا اور آپ پہلی کو بعد والی آن کے مقابلہ میں گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب التوبہ، ج:۱۱،ص:۱۰۵، دارالفکر، بیروت)

اس تفسیر کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ④ (سورۃ الضحیٰ)

اور بیشک تمہارے لئے ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔ (کنزالایمان)

تو بعد کے ہر مقام بلند کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کے پہلے کا مقام ''ذنب'' ہے کہ اب یہ پیچھے ہو گیا، ذنب بمعنی ادنیٰ و کم رتبہ کی مناسبت بھی موجود ہے۔

(۲) مفسر قرآن علامہ اسمٰعیل حقی، عارف باللہ علامہ فاسی اور شیخ محقق ملا علی قاری، حضرت قاضی عیاض علیہم الرحمۃ والرضوان نے بھی ''ذنب'' کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تھے اور بعد والا حال پہلے حال سے بلند ہوتا تھا، تو آپ بعد کے حال کے مقابل میں پہلے حال کو گناہ خیال فرماتے اور اس پر استغفار کرتے۔

۶۔ **بشری لوازمات وتدبیرات:** ''ذنب'' سے مراد بشری لوازمات وحوائج اور خلق کی اصلاح اور امور امت کی تدبیر، نظم و نسق میں شغل کی حالت ہے جو خالص مشاہدۂ حق اور بحر توحید میں استغراق کی حالت سے کم رتبہ ہے۔

(۱) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اپنی امت کی مصلحتوں اور دشمن کے ساتھ لڑائیوں میں غور فرماتے اور اس کی وجہ سے اپنے عظیم مقام کی طرف توجہ نہ کر پاتے تو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے اس کو بھی گناہ قرار دیتے اور اس پر استغفار کرتے، ہر چند کہ یہ امور، بہت عظیم عبادات اور افضل اعمال ہیں لیکن یہ آپ کے عظیم مقام سے نیچے ہیں اور آپ کے عظیم مقام سے یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوں اور اس کا مشاہدہ اور مراقبہ کریں اور اللہ کے ماسوا سے فارغ رہیں۔ (صحیح المسلم بشرح النووی، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ، ج:۱۷، ص:۲۴، الطبقۃ المصریہ بالازہر)

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبہ کی ادائیگی اور مباح امور میں مشغولیت، مثلاً امت کی مصلحتوں اور دشمن سے جنگ کے معاملات میں غور وفکر کرنے، مسلمانوں سے باتیں کرنے، کھانے، پینے، سونے، آرام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی تجلیات کے مشاہدہ و مراقبہ میں کمی آجاتی جب کہ امت کی مصلحتوں اور دشمن سے

جنگ کے معاملات میں غور وفکر کرنا بھی عظیم مقام اور افضل عبادات ہے لیکن آپ اپنے مقام عالی کے اعتبار سے اسے کم تر اور گناہ خیال فرماتے کیونکہ آپ کا مقام عالی تو یہ ہے کہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر رہیں۔

دوسری قسم

ان آیات میں ''استغفار'' کا لفظ ''معافی گناہ کی طلب'' کے معنیٰ میں نہیں بلکہ اس کے معنیٰ اصلی کی مناسبت سے اس سے مراد ''گناہ سے حفاظت کی طلب'' ہے اور گناہ سے حفاظت، گناہ کے لئے آڑ اور روک ہے۔

۷۔ گناہ سے حفاظت کی طلب: یہاں پر استغفار سے مراد گناہ سے حفاظت کی طلب اور غفران ذنب سے مراد گناہ سے حفاظت ہے۔ گویا مغفرت سے عصمت کا اعلان کیا گیا ہے۔

(۱) مدارج النبوۃ میں ہے:

بعض محققین نے یہ کہا کہ آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی میں گناہوں سے بچائے رکھے گا اور آپ کو عصمت پر قائم رکھے گا۔ اس آیت میں مغفرت، عصمت سے کنایہ ہے اور یہ قول انتہائی عمدہ اور پسندیدہ ہے۔ بلغاء نے قرآن مقدس کے بلاغت کے اسلوب سے شمار کیا ہے کہ قرآن مجید میں تخفیفات کو لفظ مغفرت اور عفو ذنوب سے کنایہ کیا گیا ہے۔ (مثالیں امام سیوطی کے اسی مترجم رسالے ''عصمت سید المعصومین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے صفحہ ۷۳ پر مطالعہ کریں) (مدارج النبوۃ، ج:۱، ص:۲۰۷، باب سوم در بیان فضل وشرافت، مطبوعہ، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر)

(۲) صاوی شریف میں ہے: ''غفران'' سے مراد ''رسول پاک اور گناہوں کے درمیان کوئی رکاوٹ اور مانع پیدا کرنا ہے'' تو رسول سے گناہ صادر نہ ہوں گے۔ اس لیے کہ غفران کا معنیٰ ہے آڑ اور روک ڈالنا، خواہ یہ آڑ اور روک بندہ اور گناہ کے درمیان ہو، یا گناہ اور اس کے عذاب کے درمیان ہو۔ انبیاء کی شان اقدس کے لائق اول ہے اور امتوں کے حال کے لائق دوم ہے۔
(التفسیر الصاوی، سورۃ الفتح، آیت:۲، جلد:۴، ص:۹۱، ۹۲، دار الجلیل، بیروت۔ لبنان)

(۳) شفاء شریف اور اس کی شرح میں ہے: بعض علماء نے فرمایا کہ آیت فتح میں مغفرت کا

معنیٰ عیبوں سے بری اور گناہوں سے پاک ومنزہ رکھنا ہے۔

اس لیے کہ مغفرت کا اصل معنیٰ چھپانا ہے تو یہ حجاب سے چھپانے اور گناہ سے باز رکھنے کے معنیٰ کے لحاظ سے عصمتِ گناہ کی طرح سے ہے۔

لیکن خدائے پاک کا ارشاد: وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ تو اس سلسلے میں ایک قول کے مطابق وِزْرَ کا معنی یہ کہ آپ ﷺ نبوت سے پہلے گناہوں سے محفوظ ومعصوم رکھے گئے اور گناہوں سے یہ عصمت وحفاظت نہ ہوتی تو وہ آپ کی پیٹھ توڑ دیتے۔ یہ معنی فقیہ امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو اکابر حنفیہ سے ہیں) نے بیان کیا ہے۔ (الشفاء وشرح الشفاء، فصل فی الرد علی من أجاز علیہم الصغائر، ج: ۲، ص: ۲۸۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

ان اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب سید عالم ﷺ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور آپ کو اسی عصمت وحفاظت کے لیے دعا کا حکم دیا ہے۔

تیسری قسم

''ذنب وغفران'' کا معنیٰ ''گناہ یا معافی گناہ'' ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے گناہ کا صدور ہوا بلکہ اس میں کچھ اور ہی سرِ خداوندی ہے۔

۸۔ **معافی گناہ کا اعزاز:** ذنب وغفران دونوں کا معنیٰ گناہ ومعافیِ گناہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے گناہ کا صدور ہوا بلکہ خدائے کریم نے محض انعام واعزاز کے طور پر آپ سے اگلے، پچھلے تمام گناہوں سے معافی کا اعلان کیا۔ جیسے بادشاہ اپنے کسی معتمد ومقربِ خاص کے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے کہ 'فلاں کے سوخون معاف' اس کا یہ مطلب کبھی نہیں ہوتا کہ اس نے سوخون کیے یا کرے گا۔ بلکہ ہر عام وخاص یہی سمجھتے ہیں کہ یہ اس کے لیے ایک خاص اعزاز ہے۔ بلاتشبیہ وتمثیل خدائے پاک کا ارشاد لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ اسی طرح کا ایک اعزاز ہے۔

(۱) علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفیٰ ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ تجانی نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے، جیسے کوئی شخص کسی سے اظہارِ محبت کے لیے کہے، اگر تمہارا کوئی پہلا یا پچھلا گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا۔ اس کلام سے اس شخص کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس نے فی الواقع کوئی گناہ کیا ہے اور وہ اس کو معاف کر رہا ہے۔ (نسیم الریاض، الفصل التاسع فیما تضمنتہ سورۃ الفتح من کراماتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج:۱،ص:۴۲۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۲) قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا جو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو حضور کا مرتبہ اور مقام ہے اس کا جو ذکر کیا ہے اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر حضور کے غلبہ اور آپ کی شریعت کی سربلندی کی خبر دینے سے کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ مغفور ہیں اور ماضی اور مستقبل کی کسی چیز پر آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا، بعض علما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (الشفاء، الفصل التاسع فیما تضمنتہ سورۃ الفتح من کراماتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج:۱، ص:۴۸،۴۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۳) حافظ ابن کثیر دمشقی نے سورۃ فتح کی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان خصائص میں سے ہے جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں ہے، آپ کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں ہے کہ اس کی اگلی اور پچھلی (ظاہری) خطاؤں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہایت تعظیم اور تشریف ہے اور اطاعت، نیکی اور پارسائی میں اولین اور آخرین میں سے کسی نے آپ کے مقام کو نہیں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق اکمل البشر اور سید البشر ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الفتح، الآیات:۱۔۳، ج:۱۳، ص:۸۸، مکتبۃ اولاد الشیخ للتراث)

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

علامہ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ میں نے کلام الٰہی لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ اور اس کے آگے و پیچھے کے کلام میں غور

وفکر کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس آیت کی مراد صرف یہ ہے کہ یہ پیغمبر اعظم ﷺ کے لیے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ ہوا کلمۂ تشریف وتکریم ہے۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ آیت کی یہ مراد جان لینے کے بعد میں نے حضرت علامہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر کو دیکھا کہ وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ ''آیت کریمہ کا یہ حکم، تشریف واعزاز ہے اور یہاں کوئی گناہ نہیں ہے۔''

یہ مجمل کلام ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ ہر چند کہ نبی کریم ﷺ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے یہ فرمایا: ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیے کیونکہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے خواص اور مقربین کو نوازنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا حالانکہ بادشاہ کو علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے کوئی گناہ نہیں کیا نہ آئندہ کرے گا۔ لیکن اس کلام سے اس شخص کی تعظیم اور تشریف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ: ج:۱، ص:۲۷۰، ۳۷، باب در بیان فضل وشرافت/مطبوعہ: مکتبہ نوریہ، رضویہ؛ سکھر)

اور ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

حضور ﷺ کے غفران ذنوب کی توجیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

ان میں سب سے بہتر یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کے لیے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ ہوا ہو۔ خدائے پاک کی طرف سے اعزاز واکرام ہے جیسا کہ حاکم اپنے لائق خادم کو یہ کہتا ہے کہ ''میں نے تیرے تمام گناہ بخش دیے، تو آزاد رہ اور کوئی فکر نہ کر۔'' گو کہ اس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ (اشعۃ اللمعات، ج:۱، ص:۱۲۸، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الاول)

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ غفران ذنب یا معافی گناہ، کریم مولیٰ کی طرف سے اپنے حبیب رسول کو ایک خاص قسم کا اعزاز وشرف ہے۔ جس کا تعلق گناہ کے وقوع وصدور سے نہیں۔

۹۔ **امکانی گناہ سے استغفار کا حکم:** انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے عقلی طور پر گناہ کا صدور ممکن ہے۔ یہاں اسی امکانی گناہ سے استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔

(۱) سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں امکان

عقلی کے طور پر گناہ فرض کر کے اس کے وقوع کی تقدیر پر اس کی بخشش و معافی مراد ہے۔ فی الواقع موجود گناہ کی بخشش مراد نہیں ہے۔ (الشفاء، فصل فی الرد علیٰ من أجاز علیہم الصغائر، ج:۲، ص:۱۵۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

اور جیسا کہ آپ نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول پڑھا، آپ لکھتے ہیں: بعض علما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (الشفاء، الفصل التاسع فیما تضمنتہ سورۃ الفتح من کراماتہ، ج:۱، ص:۴۸،۴۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۲) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

دونوں (سورۃ المومن ر ۵۵ اور سورۂ محمد ر ۱۹) آیۂ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال (مستلزم) نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا **اکرم ضیفک** اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی، بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۴۰۰، پور بندر گجرات)

(۳) شفاء شریف کی شرح میں ہے: آیت فتح سے مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر آپ کا حقیقتاً یا حکماً کوئی گناہ ہوتا تو بھی آپ سے کوئی مواخذہ نہ ہوتا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ (الشفاء و شرح الشفاء، فصل فی الرد علی من أجاز علیہم الصغائر، ج:۲، ص:۲۸۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گناہ کا امکان عقلی کے طور پر غفران ذنب کی بشارت یا اس کی طلب کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۰۔ استغفار کا حکم تعلیم امت کے لیے: حضور ﷺ کو استغفار کا حکم اور آپ کا استغفار کرنا امت کی تعلیم کے لیے تھا۔

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ تو معصوم ہیں، حتیٰ کہ آپ صغائر سے بھی معصوم ہیں، اس کا یہ

جواب ہے کہ استغفار کرنے سے گناہ کا صدور لازم نہیں آتا، بلکہ استغفار میں اپنے رب کی طرف حاجت کا اظہار ہوتا ہے اور تواضع ہوتی ہے اور امت کے لئے تعلیم ہوتی ہے تا کہ انکے لئے بھی استغفار کرنا سنت ہو جائے۔ (التوشیح شرح الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الیوم واللیلۃ، الجزء الثامن، ص: ۳۷۷۵، مکتبۃ الرشید، الریاض)

(۲) تفسیر خازن میں ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور عبادت استغفار کا حکم ہے تا کہ آپ کا درجہ بلند ہو اور آپ کے بعد دوسروں کے لیے یہ سنت ہو جائے۔ (تفسیر الخازن، تحت سورۃ المؤمن/ ۵۵، ج: ۴، ص: ۷۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

(۳) جلالین شریف میں ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے معصوم ہونے کے باوجود استغفار کا حکم دیا گیا تا کہ امت اس کو اپنا طریقہ بنالے اور سرکار نے اسے کر کے دکھا بھی دیا۔ خود آپ کا ارشاد ہے کہ میں روزانہ خدائے پاک کی بارگاہ میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (جلالین شریف، سورۂ محمد/ ۱۹، ص: ۴۲۱، مجلس برکات)

(۴) اس کے تحت صاوی شریف میں ہے: اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے اور یہ سب سے اچھی تفسیر ہے۔ (التفسیر الصاوی، سورۂ محمد/ ۱۹، ج: ۴، ص: ۸۵، مطبع مصطفےٰ البانی الحلبی)

ماحصل یہ کہ استغفار کو سنت رسول اللہ بنانے کے لیے محض ایک عبادت کے طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا حکم دیا گیا۔ جس پر آپ نے عمل بھی کیا اور ساتھ ہی لوگوں کو اس سے آگاہ بھی فرمایا۔

چوتھی قسم

''ذنب وغفران، گناہ اور معافی گناہ'' کے معنیٰ میں ہیں لیکن سرکار علیہ التحیۃ والثناء کی طرف نسبت مجازی ہے۔

۱۱۔ **خطاب عام سامعین سے ہے:** ذنب سے مراد گناہ اور استغفار سے مراد گناہوں سے معافی کی طلب ہے لیکن یہاں خطاب حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہے بلکہ ان عام سامعین سے ہے جو مخاطب بن سکیں۔

علماء بلاغت نے مسند الیہ کی تعریف کی بحث میں یہ بیان کیا ہے کہ صیغۂ خطاب سے ایسے غیر معین اشخاص کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جن کا مخاطب ہونا ممکن ہو۔(تفصیل کے لیے دروس البلاغہ، الباب الرابع التعریف والتنکیر ،صفحہ ۱۳ میں رجوع کریں)

قرآن حکیم نے بھی بلاغت کا یہ اسلوب کثیر مواقع پر اختیار کیا ہے مثلاً ایک مقام پر قیامت میں کفار ومشرکین کی ذلت ورسوائی کی منظرکشی کرتے ہوئے خطاب ہوتا ہے: **وَ لَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ** (سورۃ السجدۃ، آیت:۱۲)

اور کہیں تم دیکھو جب مجرم (کفار ومشرکین) اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے۔(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں **تَرٰۤی** یا تم کا مخاطب جب کوئی معین شخص نہیں بلکہ تمام اہل محشر مخاطب ہیں جو مشرکین کو اپنے کرتوت پر بارگاہ الٰہی میں انتہائی شرمندگی کے باعث سر جھکائے ہوئے دیکھیں گے۔(مختصر المعانی،ص:۶۹، الاتقان فی علوم القرآن، النوع الحادی والخمسون، فصل فی وجوہ مخاطبتہ، الجزء الرابع،ص:۱۴۹۴، مرکز الدراسات القرآنیہ)

قرآن مقدس کا یہ اسلوب بلیغ ذہن نشین کر کے امام احمد رضا قدس سرہ کی تفسیر پڑھیے، آپ لکھتے ہیں:

شرط تمامی استدلال، قطع ہر احتمال ہے۔علم کا قاعدہ مسلمہ ہے: **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔

سورۂ مومن وسورۂ محمد ﷺ کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔کہ خطاب حضور اقدس ﷺ سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے: **وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ** (سورۃ المؤمن، آیت:۵۵)

اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ۔کسی کا خاص نام نہیں، کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔

قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کے لیے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے، **وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** (سورۃ البقرہ، آیت:۴۳)

''نماز برپا رکھو'' یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔اسی قرآن عظیم میں ہے:

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (سورۃ الانعام،آیت:۱۹)

تا کہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔(کنزالایمان)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے۔''بداں اسعدک اللہ تعالیٰ'' (تُو جان لے اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند بنائے۔) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔خود قرآن عظیم میں فرمایا: اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ۝۱۰ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤىۙ۝۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰىؕ۝۱۲ (سورۃ العلق)

ابوجہل لعین نے حضور اقدس ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیتِ کریمہ اتریں ''کہ کیا تُو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیز گاری کا حکم فرمائے۔'' (کنزالایمان)

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں ﷺ، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِؕ۝۷ (سورۃ التین)

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ وہنود سے۔

یوں ہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

بلکہ آیت محمد ﷺ میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتدا یوں ہے: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ (سورۂ محمد،آیت:۱۹)

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔(کنزالایمان)

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنیٰ یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمۂ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ: وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَکُمۡ وَ مَثۡوٰیکُمۡ (سورۂ محمد، آیت:۱۹)

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔ (کنزالایمان)

اگر فَاعۡلَمۡ میں تاویل کرے تو ذَنۡبِکَ میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذَنۡبِکَ میں تاویل نہیں کرتا تو فَاعۡلَمۡ میں تاویل کیسے کرسکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:۲۹، ص:۳۹۸ تا ۴۰۰، پور بندر، گجرات)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ استغفار کا حکم رسول اللہ کو نہیں بلکہ اس کا خطاب عام سامعین سے ہے جو اس کے مخاطب بن سکیں۔

۱۲۔اھل بیت و امت کے گناہ: ذنب سے مراد اہل بیت کی لغزشیں اور امت کے گناہ ہیں۔

ان جوابات میں راجح جواب یہی ہے کیونکہ یہ جواب قرآن مجید کی آیات، احادیث، علماء و مفسرین کی تحقیق و تفسیر اور عقیدۂ عصمت انبیاء کے مطابق ہے۔اس پر مختصراً بیان ہدیۂ ناظرین ہے۔

خطاب حضور سید عالم ﷺ سے ہے لیکن ذنب کی نسبت آپ کی طرف حقیقی نہیں، حقیقت میں یہاں ذنب کا تعلق آپ کی امت اور اہل بیت سے ہے اور ایجاز حذف یا مجاز عقلی کے طور پر آپ کی طرف اس کی اسناد فرمائی گئی ہے۔

واضح ہو کہ مجاز عقلی اسناد میں پایا جاتا ہے۔ بایں طور کہ فعل، یا معنی فعل یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، مصدر وغیرہ متکلم کے نزدیک بظاہر جس کی صفت ہے، جس کے ساتھ قائم ہے، اس کی طرف فعل یا معنی فعل کی اسناد سے کسی قرینہ کے مانع ہونے کے باعث اس کے علاوہ کی طرف ان کی اسناد کی جائے۔اور ایجاز حذف میں جملہ، یا جملہ کا کوئی جز محذوف ہوتا ہے۔

یہ مجاز وایجاز، قرآن حکیم اور روزمرہ کے محاورہ میں کثرت سے شائع ذائع ہے۔ اس بحث کی قدرے وضاحت الاتقان فی علوم القرآن میں بھی ہے، ملاحظہ ہو: الجزء الرابع، ص:۱۵۰۸، النوع الثانی والخمسون فی حقیقتہ ومجازہ، مرکز الدراسات القرآنیہ۔

مجاز، جیسے: يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ (سورۂ قصص، آیت:۴)

''فرعون بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرتا'' ذبح تو فرعون کا لشکر کرتا تھا لیکن اس کی نسبت فرعون کی طرف اس لیے کی گئی کہ وہ ذبح کا سبب اور اس کا حکم دینے والا تھا۔

ایجاز جیسے: **وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ أى أهل القرية** (سورۂ یوسف، آیت:۸۲)

''بستی سے پوچھو، مراد بستی کے باشندوں سے پوچھو'' (مختصر المعانی، بحث احوال الاسناد الخبری، ص:۵۱، ۵۳، ۵۸، ۵۹ / بحث ایجاز، ص:۲۸۶)

خاتم المحققین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاتقان فی علوم القرآن میں خطاب قرآنی کی ۳۴/اقسام بیان فرمایا جن میں سے ایک قسم ''**خطاب العين و المراد به الغير**'' ہے۔ یعنی خطاب نبی سے ہو اور مراد غیر نبی ہوں۔ ملاحظہ ہو: الجزء الرابع، ص: ۱۴۹۴، النوع الحادی والخمسون فی وجوہ مخاطباتہ، مرکز الدراسات القرآنیہ۔

اسی طریقے سے امام ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی چند اقسام بیان کیے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱)۔۔۔ خطاب بھی عام ہو اور مخاطب بھی عام ہو۔ جیسے ارشاد باری: يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ (سورۃ المائدہ، آیت:۶) اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (سورۃ البقرۃ، آیت:۱۸۳)

(۲)۔۔۔ خطاب خاص نبی سے ہو اور مخاطب بھی خاص نبی ہی ہو۔ جیسے ارشاد باری: وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۷۹) اور خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ الاحزاب، آیت:۵۰)

(۳)۔۔۔ خطاب خاص نبی سے ہو لیکن مخاطب نبی کے ساتھ امتی بھی ہوں۔ جیسے ارشاد باری: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۷۸) فَاِذَا

قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (سورۃ النحل، آیت: ۹۸)

۴۔۔۔ خطاب خاص نبی سے ہو لیکن مخاطب صرف غیر نبی ہوں۔

اب اسے خود امام نووی کے الفاظ میں سنیے۔ رقمطراز ہیں: بسا اوقات خطاب کا روئے سخن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوتا ہے اور مراد آپ کے غیر ہوتے ہیں۔ جیسے خدائے پاک کے اس ارشاد میں: فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ (سورۂ یونس)

اگر تجھے اس میں کچھ شبہ ہو جو ہم نے تیری طرف (قرآن) اتارا تو ان سے پوچھ لو جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں۔ بے شک تیرے رب کی طرف سے حق آیا، تو تم ہرگز شرک والوں میں نہ ہو۔

اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی کبھی اس میں آپ کو کچھ شک ہوا ہو۔ (شرح المسلم بشرح النووی، ج:۱،ص:۱۸۲، کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا، لا الہ الا اللہ، حدیث:۳۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

آیات ذنب میں خطاب کی اسی آخری قسم کا لحاظ فرمایا گیا ہے۔ جو ارباب معانی و بیان کے نزدیک اسلوب بلیغ ہے اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا ترجمہ اسی اسلوب بلیغ کا آئینہ دار ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (سورۃ الفتح، آیت:۲)

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (کنز الایمان)

(۲) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (سورۂ محمد، آیت:۱۹)

اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (کنز الایمان)

(۳) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (سورۃ المومن، آیت:۵۵)

اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ (کنز الایمان)

پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فتاوی رضویہ میں رقمطراز ہیں:

ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنیٰ ملابست بس (کافی) ہے، بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے۔ مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے، اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے، بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جریب ہوا؟، یہاں نہ ملک، نہ اجارہ، نہ عاریت، اور اضافت موجود۔ یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ''ذَنْبِكَ'' سے مراد اہل بیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد ''وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ'' تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لیے.....

تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

رَبِّ اغْفِرْلِي وَ لِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ (سورۂ نوح، آیت:۲۸)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔ (کنز الایمان)

اسی وجہ پر آیت کریمۂ سورہ فتح میں لام ''لَكَ'' تعلیل کا ہے اور ''مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ'' تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیّدنا عبد اللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ''مَا تَأَخَّرَ'' تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہل بیت و امتِ مرحومہ تو حاصل آیت کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی، تا کہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ (متعلقین) کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔

والحمدللہ رب العالمین۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹، ص:۴۰۰۔۴۰۱، پور بندر گجرات)

اب اس سلسلے میں علماء و مفسرین کے اقوال ملاحظہ کیجئے۔

(۱) عارف باللہ حضرت شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ذَنۡبِكَ''میں''ک''خطاب سے پہلے ایک مضاف محذوف ہے تو عبارت یوں ہے،''**لذنبک أمتک**''یعنی آپ کی امت کے گناہ''اور گناہ کی اسناد امت کے بجائے آپ کی طرف اس علاقہ ولگاؤ کی وجہ سے کی گئی کہ آپ امت کے شفیع ہیں اور امت کا معاملہ آپ سے متعلق ہے۔دنیا میں اگر آپ ان کے گناہ کی معافی کی دعا نہ کریں تو آخرت میں یہ آپ کے ہی ذمہ ہوگا۔ارشاد باری ہے کہ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم رسول پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔اور یہ سب امت محمدیہ کے لئے اعزاز وشرف ہے۔(التفسیر الصاوی،سورۂ مؤمن،آیت:۵۵،ج:۴،ص:۱۱،مکتبۃ مصطفیٰ البانی الحلبی)

(۲) بعض علماء نے کہا:''لِذَنۡبِكَ''**أی لذنب أهل بیتک وللمؤمنین والمؤمنات أی الذین لیسوا منک بأهل بیتٍ** کہ''لِذَنۡبِكَ''کا معنیٰ ہے آپ کے اہل بیت کے گناہ تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ''اپنے اہل بیت اور ان کے سوا دوسرے مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہ کے لئے دعائے استغفار کیجئے۔''(التفسیر الکبیر،سورۂ محمد،آیت:۱۹،ج:۲۸، ص:۶۱،دار الفکر)

بہت سے علماء کرام اور جلیل القدر،علماء اسلام کا یہی موقف ہے کہ جن آیات میں آپ کی طرف''ذنب''کی اسناد کی گئی ہے۔ان میں''ذنب''سے مراد آپ کی امت اور اہل بیت کے گناہ ہیں۔اس لیے یہ اسناد فی الواقع ان کی طرف ہونی چاہیے تھی۔مگر ایجاز حذف اور مجاز عقلی کے طور پر آپ کی طرف یہ اسناد کی گئی ہے جو ارباب معانی و بیان کے نزدیک ایک اسلوب بلیغ ہے۔

اختصار کی وجہ سے ہم صرف ان علماء کرام میں سے کچھ کے اسماء مبارکہ کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) امام ابن عطاء (۲) امام ابو اللیث سمرقندی (۳) امام قاضی عیاض مالکی (۴) امام ابو البرکات النسفی (۵) امام محی الدین ابن عربی (۶) امام فخر الدین رازی (۷) امام عبد الرحمن صوفی (۸) امام علی قاری (۹) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۱۰) علامہ مکی (۱۱) امام محمد مہدی فاسی (۱۲) شیخ احمد

صاوی مالکی (۱۳) علامہ شہاب الدین خفاجی (۱۴) علامہ ابو حیان اندلسی (۱۵) علامہ سید محمود آلوسی (۱۶) علامہ ملا معین کاشفی (۱۷) علامہ سید محمد بن ادریس شافعی (۱۸) علامہ علی شریف جرجانی (۱۹) علامہ تفتازانی (۲۰) علامہ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن سلام بغدادی (۲۱) علامہ محمد بن حسین ابو عبد الرحمٰن سلمی نیشاپوری (۲۲) علامہ احمد یار خان نعیمی وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان۔

ان وجوہ کے باعث مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے ترجمۂ قرآن کنز الایمان میں ذنب کی اسناد امت اور اہل بیت کی طرف فرمائی جو قرآن حکیم کے اسلوب بلیغ کے عین مطابق ہے۔

ساتھ ہی اس ترجمہ میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آسانی کے ساتھ قرآن حکیم کا صحیح مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے اور اس کی وجہ سے عقیدۂ عصمت کے سلسلے میں کوئی شک یا خلجان واقع نہیں ہوتا تو اس طرح سے یہ ترجمہ مجاز عقلی کا ترجمان بھی ہے اور عقیدۂ امت کا نگہبان بھی۔ نیز قرین عقل بھی ہے اور موافق نقل بھی۔ حضرت محقق عبد الحق محدث دہلوی نے اسے ''مذہب حسن'' بھی کہا۔

تو ''ذَنْبِكَ'' سے امت کا گناہ مراد لینا نہ قرآن مقدس کے خلاف ہے، نہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، نہ اسلوب بلاغت کے خلاف ہے بلکہ سب کے مطابق ہے اور ہر طرح صحیح و درست ہے۔

ہاں اگر مجاز عقلی کے فہم وادراک کی راہ میں کسی عقل کو خدشہ لاحق ہو جائے تو اس کے باعث یہ مجاز یا یہ توجیہ وجیہ مخدوش نہ ہوگی، بلکہ خود وہ عقل ہی مخدوش قرار پائے گی۔ (تفصیل کے لیے عصمت انبیاء، ص: ۵۳ تا ۱۰۵ کا مطالعہ فرمائیں۔)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے عصمت انبیاء سے متعلق قرآنی آیات، حدیث متواترہ، اخبار آحاد، حدیث ضعیف، علماء ومفسرین کی تحقیقات، علم الکلام، مختلف مکاتب کے نظریات، آیات ربانی کے انداز خطاب کو پیش نظر رکھا۔ پھر جا کر یہ بے غبار تراجم آیات پیش کر کے عصمت انبیاء کے تحفظ میں کلیدی کردار ادا کیا اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عظمت وحرمت کی پاسداری ونگہبانی کی۔

حق بجانب ہو کر کنز الایمان اور دیگر تراجم کو گہرائی وگیرائی سے مطالعہ کرنے والے کی

زبان پر یہ جملہ ضرور ہوگا کہ بلا شبہ یہ ترجمہ (کنز الایمان) سینکڑوں مستند تراجم وتفاسیرِ معتبرہ ومقبولہ کا عکس و نچوڑ ہے جو قرآن حکیم کی اصل منشاو مراد کو بتاتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف انتساب گناہ کا حکم

قرآن اور حدیث کے ترجمہ کے بغیر اپنی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو گناہ ومعصیت کی طرف منسوب کرنا سخت حرام ہے اور بعض علماء نے اس کو کفر لکھا ہے۔

✪ علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں:

ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے کہا: جس نے قرآن اور حدیث کی تلاوت کے بغیر کسی نبی کے متعلق یہ کہا کہ اس نبی نے معصیت کی یا اللہ کی مخالفت کی تو وہ نعوذ باللہ کافر ہو گیا۔

(المدخل، فصل فی مولد النبی ﷺ، ج:۲،ص:۱۴، دار التراث، القاہرہ)

✪ عارف باللہ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں:

قرآن مجید میں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف عصیاں ونافرمانی کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام کا خدائے تعالیٰ کے مقرب ہونے اور ان کی بلندی شان پر مبنی ہے اور مالک کو حق پہنچتا ہے کہ اولیٰ وافضل چیز کے ترک کرنے پر اگر چہ وہ معصیت کی حد تک نہ پہنچے، اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے اور عتاب کرے، دوسرے کسی کو کچھ بھی کہنے کی مجال نہیں ہے، یہ نہایت ادب کا مقام ہے جس کا لحاظ ضروری ہے اور وہ ادب یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کی جانب سے بعض انبیاء علیہم السلام پر جو اس کی بارگاہ کے مقرب ہیں، عتاب نازل ہو یا ان کی طرف خطا کی نسبت کی گئی ہو یا خود ان انبیاء علیہم السلام کی طرف سے جو کہ اس کے خاص بندے ہیں۔ تواضع، عاجزی وانکساری کی بات صادر ہو جس سے ان میں نقص وعیب کا وہم پڑتا ہو، تو ہم بندوں کو اس میں دخل دینے یا اسے زبان پر لانے کی ہرگز اجازت نہیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، الفصل الاول، ج:۱،ص:۴۳)

✪ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز متوفی ۱۳۴۰ھ ''فتاوی رضویہ'' میں فرماتے ہیں:

غیر تلاوت میں اپنی طرف سے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علمائے کرام نے اسے کفر بتایا،مولیٰ کوشایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کوجس عبارت سے تعبیر فرمائے،فرمائے دوسرا کہے تواس کی زبان گُدّی کے پیچھے سے کھینچی جائے''لله المثل الاعلیٰ'' بلاتشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کواس کی کسی لغزش یا بھول پر متنبہ کرنے،ادب دینے،جزم وعزم واحتیاط اتم سکھانے کیلئے مثلاً بیہودہ،نالائق،احمق وغیرہا الفاظ سے تعبیر کیا،باپ کواس کااختیار تھا،اب کیاعمرو کا بیٹا بکر یاغلام خالدانہیں الفاظ کوسند بنا کراپنے باپ اورآقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے،حاشا اگر کہے گا،سخت گستاخ ومردودوناسزا ومستحق عذاب وتعزیروسزا ہوگا،جب یہاں یہ حالت ہے تواللہ عزوجل کی رِیس کر کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید ومدید عذابِ جہنم وغضب الٰہی کامستحق نہ ہوگا؟والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

امام عبداللہ قرطبی تفسیر میں زیر قولہ تعالیٰ ''وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (سورۂ طٰہٰ،آیت:۱۲۱)اورآدم وحوا اپنے جسم پر جنت کے پتے چپکانے لگے۔ت) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال القاضی ابو بکر بن العربی رحمه الله تعالیٰ: لا یجوز لاحدنا الیوم ان یخبر بذلک عن اٰدم علیه الصّلاة والسّلام الا اذا ذکرناه فی اثناء قوله تعالیٰ عنه اوقول نبیه ﷺ فاما ان نبتدیٔ ذالک من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی آبائنا الاَدنین الینا المماثلین لنا فکیف بأبینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ (الجامع للاحکام القرآن تحت الایہ،سورۂ طٰہٰ/۱۲۱،ج:۱۴،ص:۱۵۳،مؤسسۃ الرسالۃ،مدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی ﷺ،ج:۲،ص:۱۴،۱۵،مکتبہ دارالتراث القاہرہ)

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج ہم میں سے کسی کے لیے

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ کہنا جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اسے باری تعالیٰ کے کلام یا اس کے نبی کے کلام کے اثناء میں ذکر کریں۔ اسے ابتداءً اپنی طرف سے بتانا تو ہمارے لیے اپنے ان قریبی آباء کے حق میں بھی جائز نہیں جو ہماری ہی طرح ہیں پھر ان کے حق میں کیوں کر روا ہوگا جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں جو بڑی عظمت و بزرگی والے اور سب سے پہلے نبی بھی ہیں، ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر خدائے برتر کا درود و سلام ہو۔

امام ابو عبداللہ محمد بن عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمهم الله تعالىٰ ان من قال عن نبی من الانبیاء علیهم الصّلاة والسلام فی غیر التلاوة والحدیث انه عصیٰ او خالف فقد کفر نعوذ بالله من ذلک۔ (مدخل لابن الحاج، فصل فی مولد النبی ﷺ، بیروت، ج:۲،ص:۱۴، مکتبہ دارالتراث القاہرہ)

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کے بھی بارے میں غیر تلاوت و حدیث میں یہ کہے کہ انہوں نے نافرمانی یا خلاف ورزی کی تو وہ کافر ہے، اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا حسن ادب عطا فرمائے۔

آمین **وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا محمد و اٰله وصحبه اجمعین وبارک وسلم والله سبحنه وتعالیٰ اعلم** (فتاویٰ رضویہ، ج:۲،ص:۱۳۵، پور بندر، گجرات)

✪ صدرالشریعہ، مولانا، مفتی، محمد امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، ان کا ذکر تلاوتِ قرآن و روایتِ حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو اُن سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال! مولیٰ عزوجل اُن کا مالک ہے، جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے، وہ اُس کے پیارے بندے ہیں، اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں، دوسرا اُن کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود اُن کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہو، پھر اُنکے یہ افعال جن کو زَلّت ولغزش سے تعبیر کیا جائے، ہزار ہا حِکَم و مَصالح پر مبنی، ہزار ہا فوائد و برکات کی مُثمِر ہوتی ہیں، ایک لغزشِ

اَبِیْنَا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھیے، اگر وہ نہ ہوتی، جنت سے نہ اترتے، دنیا آباد نہ ہوتی، نہ کتابیں اُترتیں، نہ رسول آتے، نہ جہاد ہوتے، لاکھوں کروڑوں مثُوبات کے دروازے بند رہتے، اُن سب کا فتحِ باب ایک لغزشِ آدم کا نتیجۂ بارکہ وثمرۂ طیّبہ ہے۔ بالجملہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لغزش، مَن وتُوکس شمار میں ہیں، صدیقین کی حَسَنات سے افضل واعلیٰ ہے۔ **حَسَنَاتُ الاَبْرَارِ سَیّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔** (بہارشریعت، ج:۱، حصہ اول، ص:۸۹، ۹۰، مکتبۃ المدینہ)

✪ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ الباری سے اس شعر کے متعلق حکم دریافت کیا گیا۔

آدم نے کیا ایک نادانی　　　　جنّت سے اٹھادانہ پانی

آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

یہ شعر کفر ہے اس میں حضور آدم علیہ السلام کی صریح توہین ہے اس شعر کو نہ مجمع عام میں پڑھنا جائز، نہ مجمع خاص میں، حتیٰ کہ تنہائی میں بھی جائز نہیں پڑھنے والے پر توبہ وتجدید ایمان اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی واجب ہے۔ (فتاویٰ شارح بخاری، کتاب العقائد، عقائد متعلقۂ نبوت، ج:۱، ص:۲۰۴، دائرۃ البرکات، گھوسی ضلع مئو)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ ''واستغفر لذنبک'' میں بہت سے مترجمین نے ذنب کا ترجمہ گناہ ہی کیا ہے۔ ترجمہ میں کلمات قرآن کا لفظی ترجمہ جائز ہے۔ لیکن ترجمہ سے خارج اپنے بیان میں اس کو انہیں الفاظ سے ذکر کرنا ممنوع ہے۔ (المرجع السابق ج:۱، ص:۳۶۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تلاوت قرآن اور قرأت حدیث کے سوا جو شخص انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرے، اس کو بعض علماء نے حرام اور بعض نے اس کو کفر لکھا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص انبیاءِ کرام علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرے اور یہ تاویل کرے کہ اس گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے، تو یہ تاویل باطل ہے۔ اس لیے کہ اگر قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی طرف ''ذنب'' کی نسبت ہو تو اس کی تاویل خلاف اولیٰ وغیرہ سے کرنا درست ہے، لیکن اگر کوئی شخص از خود انبیاء علیہم السلام کی طرف گناہ کی نسبت کرتا ہے تو اس کے کلام کی

تاویل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے کلام کو سخت حرام یا کفر پر محمول کیا جائے گا اور اس کو مردود بارگاہ قرار دیا جائے گا جیسا کہ علامہ ابن الحاج ومجدد اعظم اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعہ قدس سرہم نے تصریح فرمائی ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف گناہ صغیرہ کا انتساب جائز قرار دینے والوں کے متعلق استاذ مکرم، سراج الفقہاء، مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی زید علمہ وشرفہ رقمطراز ہیں:

یہاں (عبارات فقہاء ومحققین) سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام ورسل عظام، بالخصوص حضور اکرم، سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کو سلف صالحین صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ائمۂ مجتہدین وعلمائے محققین کی پیروی میں معصوم ماننا واجب ولازم ہے اور ان کی طرف گناہ کا انتساب حرام وگناہ ہے۔

ہاں جن علماء وفقہاء نے اس باب میں خشیتِ الٰہی وخوفِ خداوندی کے ساتھ انصاف و دیانت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور وفکر کیا اور ظواہر نصوص سے انہوں نے یہی سمجھا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صغائر کا صدور ہوا، یعنی حقائق کی تہ تک ان کی رسائی نہ ہو سکی اس لیے انہوں نے تجویز صغائر کا موقف اختیار کیا تو وہ عند اللہ ماجور ہوں گے اور عند الناس ان کا حکم یہ ہے کہ وہ عاصی نہیں، بلکہ صرف خاطی ہیں۔ (عصمت انبیاء، ص:۱۱۹)

مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوق خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان ومرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر قسم کے معاصی اور نفرت انگیز امور سے پاک وصاف ہیں۔ یہی علمائے اسلام کا موقف ہے۔



مختصر سوانح

حضرت امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۸۴۹ھ:۱۴۴۵ء ۹۱۱ھ:۱۵۰۵ء

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

عصر قدیم کے وہ مؤلفین جنہوں نے اپنی تصانیف میں اپنی سوانح یا اپنے حالات تحریر کیے ہیں ان میں امام عبدالغافر الفارسی مصنف تاریخ نیشا پور، یاقوت الحموی مصنف معجم الادیان، لسان الدین بن الخطیب مصنف تاریخ غرناطہ، حافظ تقی الدین الفارسی مصنف تاریخ مکہ، حافظ ابوالفضل ابن حجر مصنف قضاۃ مصر اور ابوشامۃ مقدسی دمشقی مصنف الروضتین خاص طور پر قابل ذکر ہیں اسی طرح نویں صدی کے مجدد، حافظ الحدیث، امام اجل، شیخ الاسلام علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "حسن المحاضرۃ فی الاخبار مصر والقاہرۃ" اور اپنی دیگر کتب میں خود اپنے حالات لکھے ہیں۔ جن میں مختصراً یہ ہیں۔

نام: عبدالرحمٰن

نسب: ابوالفضل، عبدالرحمٰن بن الکمال ابی بکر بن محمد بن سابق الدین بن الفخر عثمان بن ناظر الدین محمد بن سیف الدین خضر بن نجم الدین ابی الصلاح ایوب بن ناصر الدین محمد بن الشیخ ہمام الدین، الہمام الخضیری الاسیوطی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

لقب و کنیت: آپ کا مشہور لقب ''جلال الدین'' ہے جو والد صاحب کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ ایک لقب ''ابن الکتب'' بھی ہے۔ اور یہ کنیت اس وجہ سے پڑی کہ ایک مرتبہ آپ کے والد گرامی نے آپ کی ماں سے کوئی کتاب طلب کی، والدہ محترمہ نے اس کتاب کی جستجو میں گھر کے کتب خانہ میں گئیں کہ اچانک دردِزہ شروع ہوگیا اور وہیں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، اسی سبب سے آپ کی کنیت 'ابن الکتب'' بھی ہوگئی۔

آپ کی کنیت ''ابوالفضل'' ہے۔ جو آپ کے استاذ قاضی القضاۃ عزالدین احمد بن

ابراہیم کنانی حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عطا فرمائی، واقعہ یہ ہے کہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دریافت کیا تمہاری کنیت کیا ہے؟ آپ نے کہا: میری کوئی کنیت نہیں۔ انہوں نے فرمایا: تمہاری کنیت ''ابوالفضل'' ہے اور اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی۔

نسبت: الطولونی، الاسیوطی، الخضیری، المصری، الشافعی۔ قاہرہ کی مسجد جامع ابن طولون کے پڑوس میں رہنے یا وہاں درس حدیث دینے کے سبب آپ کو ''طولونی'' کہا جاتا ہے۔

آباواجداد ''اسیوط'' نامی شہر میں رہتے تھے اس لیے ''سیوطی اور اسیوطی'' کہلائے۔ آباواجداد میں سب سے پہلے اسیوط شہر میں آپ کے جداعلیٰ ''ہمّام الدین'' نے رہائش اختیار کی۔ اس سے قبل یہ خاندان بغداد میں حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف کے قریب واقع محلہ خضیر یہ میں رہتا تھا۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہر اسیوط نہیں دیکھا تھا البتہ آپ نے اس شہر کی تاریخ پر ''المضبوط فی اخبار السیوط'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

''خضیری'' نسبت کے حوالے سے خود فرماتے ہیں کہ کتابوں میں ''خضیریہ'' بغداد کے ایک محلے کو کہا گیا ہے اور مجھے ایک قابل اعتماد شخص نے بتایا کہ اس نے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ ان کے جداعلیٰ عجمی تھے یا مشرق سے آئے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ نسبت مذکورہ محلے کی طرف ہو۔

ملک مصر میں اقامت پذیر ہونے کی وجہ سے ''مصری'' کہلائے اور فقہ میں حضرت سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہونے کے سبب ''شافعی'' ہیں۔

ولادت: علامہ جلال الدین سیوطی خود اپنی ولادت کے تعلق سے فرماتے ہیں:

وکان مولدی بعد المغرب لیلۃ الاحد مستھلّ رجب سنۃ تسع واربعین و ثمان مائۃ ۔ میری ولادت اوائل ماہِ رجب ۸۴۹ھ شب یکشنبہ بعد مغرب ہوئی۔ (حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاھرۃ، ذکر من کان بمصر من الائمۃ المجتھدین، ج:۱، ص:۳۳۵، ۳۳۶، رقم:۷۷، دار احیاء الکتب العربیۃ۔ النور السافر، سنۃ احدیٰ عشرۃ بعد التسعمائۃ، ص:۹۰، دار صادر، بیروت، لبنان۔ التحدث بنعمۃ اللہ، ص:۶، ۳۲، المطبعۃ العربیۃ الحدیثیۃ)

خاندانی پس منظر: مصر میں دریائے نیل کے مغربی کنارے پر شہر سیوط تھا جہاں زمانۂ قدیم میں بڑے پیمانے پر شکر اور افیون کی تجارت ہوا کرتی تھی۔امام سیوطی کا خاندان صدیوں پہلے بغداد سے آکر اس شہر میں آباد ہو گیا تھا۔اسی شہر میں آپ کی ولادت ہوئی۔آپ کا خاندان علمی تھا۔آپ کے جد اعلیٰ ہمّام الدین اہل طریقت وصاحب حال بزرگ تھے، یہ حج کے لیے گئے اور جب احرام باندھ کر **لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ** کہا تو غیب سے آواز سنی **لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ** ان کا مزار فائض الانوار مصر کے شہر سیوط میں واقع ہے جہاں لوگ ان کے مزار کی زیارت کرتے اور برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ان کے علاوہ دیگر آباواجداد معززین شہر تھے وہ زیادہ تر حکومتی عہدوں پر فائز رہے۔بعض نے تجارت بھی کی اور ان میں کوئی بہت مالدار تھے جو تاجر تھے انہوں نے اسیوط میں ایک مدرسہ بنایا اور اس پر کئی جاگیریں وقف کیں، البتہ علم دین کی صحیح معنوں میں خدمت آپ کے والد ماجد کے حصے میں آئی۔امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میرے آباواجداد میں سے علم کی خدمت کا حق ادا کرنے والے صرف میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔(حسن المحاضرۃ، ج:۱،ص:۳۳۶،الرقم:۷۷۔التحدث بنعمۃ اللہ،ص:۵)

بچپن کے حالات: امام سیوطی علیہ الرحمہ ایک دینی وعلمی ماحول میں پروان چڑھے، اس ماحول نے آپ کی شخصیت کو سنوارنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔آپ کے والد ماجد صغرسنی ہی سے آپ کو دینی وعلمی حلقوں میں لے جانے لگے جس کا اثر یہ ہوا کہ بچپن ہی سے آپ کی رغبت علوم اسلامیہ کے تحصیل کی طرف بڑھ گئی۔علامہ سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: والد صاحب کی حیات میں مجھے مجذوب بزرگ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لے جایا گیا، وہ اکابر اولیاء کرام میں سے تھے۔اور مشہد نفیسی کے قریب رہائش پذیر تھے، انہوں نے میرے لیے برکت کی دعا فرمائی۔(حسن المحاضرہ، ج:۱،ص:۳۳۶،الرقم:۷۷)

علامہ عبد القادر عیدروس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: والد گرامی آپ کو تین سال کی عمر میں شیخ الاسلام حضرت سیدنا امام ابن حجر علیہ الرحمہ کی خدمت میں لے گئے۔(النور السافر، سنۃ احدیٰ عشرۃ بعد التسعمائۃ،ص:۹۱)

آپ پانچ سال کے ہوئے تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔والد ماجد نے اپنے فرزند

ارجمند کی پرورش اورنگہداشت کے لیے کئی لوگوں کو وصیتیں کی تھیں جن میں سے ایک صاحب شریعت وطریقت امام اجل محق علی الاطلاق، کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ ہیں۔ انہوں نے مدرسہ ''شیخونیہ'' سے آپ کا وظیفہ جاری کرایا، اپنی نگہداشت میں رکھا اور آپ کی تعلیم پر خاص توجہ دی۔ (الکواکب السائرۃ، الطبقۃ الاولیٰ، حرف العین، ج:۱،ص:۲۲۷، الرقم:۴۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

سلسلۂ تعلیم: آپ ذہانت وذکاوت، فہم وفراست اور حفظ وضبط علم کی اعلیٰ خوبیوں سے آراستہ تھے، آٹھ سال سے کم عمر ہی میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ چھوٹی سی عمر ہی میں ''عمدۃ الاحکام، المنہاج للنووی، الفیہ ابن مالک اور منہاج البیضاوی'' زبانی یاد کرلیں اور نامور اساتذہ وشیوخ عصر کو سنا کر اجازت حاصل کی۔

فقہ ونحو کی تعلیم آپ نے مختلف مشائخ سے حاصل کی اور علم الفرائض علامہ شیخ شہاب الدین الشار مساحی علیہ الرحمہ سے حاصل کیا جن کی عمر سو سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔

علم منطق کی کچھ کتابیں پڑھیں پھر اس سے اعراض کرلیا۔ خود فرماتے ہیں: ابتداء میں نے علم منطق کا کچھ علم حاصل کیا پھر اللہ رب العزت نے میرے دل میں اس کی نفرت ڈال دی اور اس کے بدلے مجھے علم حدیث عطا کر دیا جو کہ اشرف العلوم ہے۔ (حسن المحاضرۃ، باب ذکر من کان بمصر من الائمۃ المجتہدین، ج:۱،ص:۳۳۶، ۳۳۷، الرقم:۷۷)

فقہ کی باقاعدہ تعلیم کے لیے علامہ علم الدین بلقینی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے انتقال تک ان سے علم فقہ کی تحصیل کرتے رہے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے سے فقہ شافعی کی مختلف کتابوں کے اسباق پڑھے۔ ۸۷۶ھ میں انہوں نے آپ کو تدریس وافتا کی اجازت عطا کی۔ ۸۹۸ھ میں جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ علامہ شرف الدین مناوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ''منہاج اور شرح لہجہ'' کے کچھ اسباق اور ''تفسیر بیضاوی'' پڑھی۔ پھر آپ علامہ تقی الدین شبلی حنفی علیہ الرحمہ کے پاس حاضر ہوئے اور چار سال ان کی خدمت میں رہ کر حدیث وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ (المرجع السابق، ج:۱،ص:۳۳۷، الرقم:۷۷)

علامہ محی الدین کافیجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ۱۴ر سال تک حاضری دی اور ان سے تفسیر، اصول، علوم عربیہ اور معانی وغیرہ کا علم حاصل کیا اور ان کے علاوہ علامہ سیف الدین حنفی علیہ الرحمہ کی مجلس درس میں بھی حاضری دی اور ان سے ''تفسیر کشاف، توضیح مع حاشیہ، تلخیص المفتاح اور عضد'' وغیرہ کے اسباق پڑھے۔

طلب علم کے لیے تکلیف ومشقت کی پرواہ کیے بغیر مختلف بلادوامصار کا سفر فرمایا اور وہاں کے جلیل القدر علمائے اسلام سے کسب فیض کیا چنانچہ آپ نے ''صیوم، محلہ، دمیاط، شام، حجاز، یمن، ہند، تکرور اور مغربی ممالک'' کا سفر فرمایا اور ان مقامات کے علماء ومحدثین سے خوب خوب علم حاصل کیا۔ (المرجع السابق، ج:۱، ص:۳۳۸، الرقم:۷۷)

مختصر یہ کہ آپ نے اپنے وقت کے اُن علمائے دین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا جو علم وفضل کے مینار اور معرفت وحکمت کے سرچشمہ تھے۔

اساتذہ: آپ اپنے اساتذہ کی تعداد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جن سے میں نے سنا اور جنہوں نے مجھے اجازت دیں اور جنہوں نے مجھے ایک شعر بھی سکھایا تھا ان کی تعداد ۶۰۰ر تک پہنچتی ہے۔ (التحدث بنعمۃ اللہ، ص:۴۳)

درس وتدریس: آپ نے اپنی پوری جوانی درس وتدریس میں صرف کی۔ آپ کی درس گاہ تشنگان علم وفن کے لیے مرکز ومنبع تھی۔ بے شمار طالبان علوم نبویہ آپ کے بحر علم وفن اور چشمۂ معرفت وحکمت سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ ۸۶۷ھ میں آپ مدرسہ شیخونیہ میں اپنے والد کی جگہ فقہ کے مدرس مقرر ہوئے اور تقرری کے موقع پر آپ کے استاذ علم الدین بلقینی علیہ الرحمہ بھی تشریف لائے۔ (الامام الحافظ جلال الدین سیوطی وجہودہ فی الحدیث وعلومہ، ص:۱۶۱، دارقتیبۃ دمشق۔)

۸۷۲ھ میں آپ نے ''جامع طولونی'' میں حدیث شریف کا املا کرانا شروع کیا جہاں آپ سے پہلے حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث پاک کا املا کرایا کرتے تھے جن کے انتقال کے بعد بیس برس تک یہ سلسلہ موقوف رہا جسے آپ نے دوبارہ زندہ کیا۔

۸۷۷ھ میں آپ مدرسہ شیخونیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۸۹۱ھ میں

آپ کو خانقاہ بیبرسیہ میں شیخ الصوفیہ کا منصب ملا اور ۹۰۶ھ تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔(التحدث بنعمۃ اللہ، ص:۸۸،۹۰)

علمی کمالات: بلا شبہ آپ علم و فضل کے تاجدار اور معرفت و حکمت کے جبل شامخ و یکتائے روزگار تھے۔ آپ حج کے لیے حاضر ہوئے تو زمزم شریف پی کر یہ دعا مانگی: الٰہی مجھے فقہ میں سراج الدین بلقینی علیہ الرحمہ کا اور حدیث میں امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔(حسن المحاضرۃ، ج:۱، ص:۳۳۸، الرقم:۷۷)

اس دعا کی قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ خود ''حسن المحاضرۃ'' میں فرماتے ہیں: **رزقت التبحر فی سبعۃ علوم: التفسیر و الحدیث و الفقہ و النحو و المعانی و البیان و البدیع علیٰ طریقۃ العرب و البلغاء لا علیٰ طریقۃ العجم و اہل الفلسفۃ** مجھے سات علوم میں کامل مہارت عطا ہوئی: (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع۔ میں نے ان علوم کو عرب اور بلغاء کے طریقے پر اپنایا اور فلاسفہ و عجمیوں کے طریقے سے خود کو دور رکھا۔

مزید فرماتے ہیں: فقہ کے علاوہ ان علوم میں جو دسترس مجھے حاصل ہوئی دیگر افراد تو دور رہے میرے شیوخ میں سے بھی کوئی اس تک نہیں پہنچا۔ البتہ فقہ کے متعلق میں یہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اس میں میرے استاذ (علم الدین بلقینی) زیادہ وسیع النظر اور بصیرت و قدرت رکھتے ہیں۔ مذکورہ سات علوم کے سوا اصول فقہ، علم جدل، صرف، انشاء، علم قراءت اور طب کو میں نے کسی استاذ سے نہیں پڑھا۔(المرجع السابق: ج:۱، ص:۳۳۸۔۳۳۹، الرقم:۷۷)

ایک مقام پر بطور تحدیث نعمت یوں فرمایا: **لیس علیٰ وجہ الارض من مشرقھا الیٰ مغربھا اعلم بالحدیث و العربیۃ منّی الا الخضر او القطب او الاولیاء اللہ**۔ اس وقت روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو حدیث اور عربیت میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہو بجز حضرت خضر علیہ السلام یا قطب یا اولیاء اللہ کے کہ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(الفروق، الفرق الثامن والسبعون، ج:۲، ص:۱۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

فن حدیث میں نمایاں مقام: آپ فن حدیث میں خصوصی مہارت رکھتے تھے جس پر

آپ کی کتابیں شاہد عدل ہیں۔آپ راویوں کی چھان پھٹک، حدیث کے مراتب کا تعین اور طرق حدیث سے آگاہی میں اپنی مثال آپ ہیں۔بعض علماء نے جن احادیث کریمہ کو موضوع (یعنی گڑھی ہوئی حدیثیں) قرار دے دیا تھا آپ نے ان پر تحقیق کر کے انہیں موضوع ہونے کے درجہ سے نکال لیا۔

ایک بار شیخ الاسلام تقی الدین اوجاقی علیہ الرحمہ نے کچھ حدیثیں راویوں میں ردو بدل کر کے بغرض امتحان امام سیوطی علیہ الرحمہ کے پاس بھیجیں۔آپ نے ان حدیثوں کو ان کے اصول ومراتب کے ساتھ بیان کر کے واپس بھیج دیا تو حضرت شیخ الاسلام چل کر آپ کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر فرمایا: بخدا! میرے تو حاشیہ خیال میں بھی نہ تھا کہ آپ ان میں سے کچھ جانتے ہوں گے۔ایک عرصہ سے جو مجھ سے آپ کی برائی ہوئی آپ اسے معاف فرما دیجئے۔(فہرس الفہارس، ج:۲،ص:۱۰۱۱،رقم:۵۷۵،مکتبہ دار الغرب الاسلامی)

اسی طرح مشہور حدیث **طَلَبُ العِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ** یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے'' کو اکثر محدثین نے ضعیف قرار دیا تو آپ نے اپنی فن حدیث میں خداداد صلاحیت کی بنا پر اس حدیث شریف کی تصحیح فرمائی یعنی اسے ''حدیث صحیح'' ثابت کیا۔ارشاد فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ حدیث مرتبۂ صحت کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ مجھے اس حدیث کے پچاس طرق سے واقفیت ہے جن کو میں نے اپنی ایک تالیف میں یکجا کر دیا ہے۔(تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفۃ، باب ذکر من ادرکہ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ص:۳۶،دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان)

آپ فرماتے ہیں مجھے دولاکھ احادیث یاد ہیں اگر مجھے اس سے زیادہ احادیث ملتیں تو میں انہیں بھی یاد کر لیتا۔(الکواکب السائرہ، ج:۱،ص:۲۲۹،الرقم:۴۶۱)

حضرت ابن عماد حنبلی متوفی ۱۰۸۹ھ اور علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۱ھ علیہما الرحمہ نے فرمایا کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ اپنے زمانے میں راویوں، متن، سند اور استنباط احکام کے لحاظ سے علم حدیث اور اصول حدیث کو سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے۔ (فہرس الفہارس، ج:۲،ص:۱۰۱۷،رقم:۵۷۵، مکتبہ دار الغرب الاسلامی، بیروت۔ الکواکب السائرہ، ج:۱، ص:۲۲۹،رقم:۴۶۱)

تصانیف: آپ نے ۸۶۶ھ میں تصنیف کا آغاز فرمایا اور پہلی کتاب ''شرح الاستعاذة و البسملة'' لکھی۔ (حسن المحاضرہ، ج:۱، ص: ۳۳۷۔ الرقم: ۷۷۔ التحدث بنعمۃ اللہ، ص: ۶۵)

آپ نے ''حسن المحاضرة'' میں اپنی ۳۰۰ کتب کا ذکر کیا ہے۔ (امام سیوطی علیہ الرحمہ کا یہ بیان حسن المحاضرہ کی تصنیف کے وقت کا ہے اور آپ کی تصنیف اپنی وفات سے تقریباً ۱۲/سال پہلے کی ہے)۔

علامہ عبدالقادر عیدروس رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے جن کتابوں سے رجوع کیا یا دریا برد کیا، ان کے علاوہ آپ کی تصانیف کی تعداد ۶۰۰/تک پہنچتی ہے۔ (حسن المحاضرة، ص: ۳۳۸۔ النور السافر، ص: ۹۱)

مؤرخ اسلام علامہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی لکھتے ہیں کہ تصانیف کی تعداد کے سلسلے میں اگرچہ اختلاف ہے، جمیل بک نے ۵۶۷، فلوگل مستشرق نے ۵۶۱، اور داؤدی نے ۵۰۰ سے زائد تعداد کتب لکھی ہے۔ ابن ایاس نے تعداد مصنفات ۶۰۰ بتائی۔ یہ تو بعد کے علما کی تحقیق ہے خود سیوطی نے اپنی کتابوں کی فہرست مع اسماء کتب و تفصیل فن ۵۳۵ درج کی ہے۔ (محدثین عظام حیات وخدمات ص: ۶۰۸، کمال بکڈپو مدرسہ شمس العلوم گھوسی)

آپ کی اکثر تصانیف کے نام ''حسن المحاضرة اور النور السافر'' میں مندرج ہیں۔

تصانیف کی مقبولیت: آپ کی اکثر تصانیف آپ کی زندگی ہی میں حجاز، شام، روم، ہند، یمن اور مغرب تک شہرت حاصل کر چکی تھیں۔ آپ فرماتے ہیں: ۸۷۵ھ میں میری کتابیں دنیا کے اطراف واکناف میں پہنچنا شروع ہوگئی تھیں۔ (التحدث بنعمۃ اللہ، ص: ۱۵۵)

آپ تصنیف وتالیف کی رفتار میں اللہ رب العزت کی ایک بڑی نشانی تھے چنانچہ آپ کے شاگرد علامہ شمس الدین داودی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے استاذ محترم کو دیکھا ہے کہ آپ ایک دن میں تین تین کاپیاں لکھتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کا املا کراتے اور سوالات کے جوابات بھی ارشاد فرماتے تھے۔ (الکواکب السائرة، ج:۱، ص: ۲۲۸۔ ۲۲۹، رقم: ۴۶۱، فہرس الفہارس، ج:۲، ص: ۱۰۲۰، الرقم: ۵۷۵)

نادر روزگار تصانیف: آپ کی ۱۸/کتابیں ایسی ہیں جن کے متعلق آپ نے

فرمایا: میرے علم کے مطابق ان جیسی کتابیں دنیا میں کسی نے نہیں لکھیں اور موجودہ دور میں بھی کوئی اِن جیسی کتاب محنت ومشقت، وسعت نظر اور کثرت مطالعہ کے بغیر نہیں لکھ سکتا۔ وہ یہ ہیں:

(۱)الاتقان فی علوم القرآن (۲)الدر المنثور فی التفسیر الماثور (۳)ترجمان القرآن (۴)اسرار التنزیل (۵)الاکلیل فی استنباط التنزیل (۶)تناسق الدرر فی تناسب الآیات والسور (۷)النکت البدیعات علیٰ الموضوعات (۸)جمع الجوامع فی العربیة (۹)شرحه یسمیٰ همع الهوامع (۱۰)الاشباه والنظائر فی العربیة تسمیٰ المصاعد العلیة فی القواعد العربیة (۱۱)السلسلة فی النحو (۱۲)النکت علیٰ الفیة والکافیة والشافعیة والشذور والنزهة فی مؤلف واحد (۱۳)الفتح القریب علیٰ مغنی اللبیب (۱۴)شرح شواهد المغنی (۱۵)الاقتراح فی اصول النحو وجدله (۱۶)طبقات النحاة الکبریٰ تسمیٰ بغیة الوعاة (۱۷)صون المنطق والکلام عن فن المنطق والکلام (۱۸)الجامع فی الفرائض۔ (التحدث بنعمۃ اللہ، ص: ۱۰۵، ۱۰۶)

امام سیوطی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں: امام سیوطی علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید عبدالقادر شاذلی علیہ الرحمہ نے اپنے استاذ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بتایا: میں نے جاگتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی زیارت کی تو آپ نے مجھے ''اے شیخ الحدیث'' کہہ کر پکارا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اہل جنت سے ہوں؟ ارشاد فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی: کیا بغیر کسی عتاب کے؟ ارشاد فرمایا: تمہارے لیے ایسے ہی ہے۔ (الکواکب السائرہ، ج:۱، ص: ۲۲۹، رقم: ۴۶۱)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: مَیں خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، تو میں نے اپنی حدیث کی کتاب ''جمع الجوامع'' کا ذکر کیا اور عرض کی کیا میں اس میں سے کچھ آپ کے سامنے پڑھوں؟ ارشاد فرمایا: سناؤ شیخ الحدیث! امام سیوطی فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ کا مجھے شیخ الحدیث کہنا یہ ایسی بشارت ہے جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بڑی ہے۔ (النور السافر، ص: ۹۱)

علامہ عبدالقادر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاذ سے عرض کی کہ آپ کو بیداری میں کتنی بار زیارت نصیب ہوئی؟ فرمایا: ۷۰ سے زیادہ مرتبہ۔ (الکواکب السائرۃ، ج:۱،ص:۲۲۹، رقم:۴۶۱)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملت والدین سیوطی قدس سرہٗ العزیز ۷۵/بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پرنور سید الانبیاء ﷺ سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس ﷺ سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی۔ بہت احادیث کی (کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں) تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج:۵،ص:۴۹۶ بحوالہ میزان الشریعۃ الکبری للشعرانی، پوربندر، گجرات)

علامہ عبدالقادر شاذلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ کے پاس ایک شخص نے خط لکھا کہ سلطان قائتبائی سے سفارش کر دیجئے تو آپ نے جواب میں اس کو لکھا: میں اس وقت تک بیداری کی حالت میں ۷۵/مرتبہ رسول پاک ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہوں اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ حکام سے ملاقات کے سبب حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی زیارت سے محروم ہو جاؤں گا تو تیری شفارش کے لیے سلطان کے پاس ضرور جاتا۔ (میزان الشریعۃ الکبری للشعرانی، فصل فی استحالۃ خروج شئی من اقوال المجتھدین عن الشریعۃ۔ ج:۱،ص:۴۴ مکتبہ مصطفےٰ البانی الحلبی واولادہ بمصر)

اعتراف مجددیت: آپ نے بطور تحدیث نعمت اپنے مجدد ہونے کی امید ظاہر فرمائی چنانچہ آپ نے ''التحدث بنعمۃ اللہ'' میں خود کو نویں صدی ہجری کا مجدد ان الفاظ کے ساتھ کہا کہ مجھے اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ مجھے وہ اس صدی کا مجدد ہونے کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔ (التحدث بنعمۃ اللہ،ص:۲۲۷)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: جس طرح امام غزالی علیہ الرحمہ کو اپنے مجدد ہونے کا خیال تھا اسی طرح مجھ کو بھی امید ہے کہ میں نویں صدی کا مجدد ہوں گا اس لیے کہ میں فضل وکمال میں منفرد ہوں۔ علم اصول لغت کو میں نے ایجاد کیا میرے علوم اور تصنیفات سارے عالم میں پہنچ گئیں۔

شام، روم، عجم، حجاز، یمن، ہند، حبشہ، مغرب اور تکرور ہر جگہ میرے علوم اور مصنفات کی رسائی ہے، ان کمالات میں میرا کوئی شریک نہیں۔ (التنبیۃ بمن یبعثہ اللہ علیٰ رأس کل مائۃ، ص:٦٦، دار الثقہ مکۃ المکرمہ)

علامہ علی قاری، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان اور علامہ عبدالحئ لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ بھی انھیں نویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیتے ہیں۔ (مرقاۃ، کتاب الایمان، کتاب العلم تحت الحدیث: ۲۴۷، ج:۱، ص ۴۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان۔ حاشیۂ اعلیٰ حضرت علی المقاصد الحسنۃ، ص:۲۔ التعلیق المجد علیٰ مؤطا امام محمد، باب الفوائد التاسعۃ فی ذکر من علق المؤطا، ج:۱، ص:۲۴، المیزان، لاہور)

عزلت واستغناء: جب آپ کی عمر ۴۰ سال ہوئی تو آپ نے درس وتدریس اور فتویٰ نویسی سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور آخری وقت گوشہ نشینی میں عبادت وریاضت اور تصنیف و تالیف کرتے گزارا۔ اس دوران حکام آپ کی زیارت کے لیے آتے اور بیش قیمت تحائف پیش کرتے لیکن آپ قبول نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ سلطان اشرف غوری نے آپ کی خدمت میں ایک غلام اور ایک ہزار دینار بھیجے تو آپ نے دینار واپس کر دیے اور غلام کو آزاد کر کے روضہ رسول کا خادم بنا دیا۔ پھر قاصد کے سلطان کو پیغام بھیجا کہ آئندہ کوئی ہدیہ ہمارے پاس نہ آئے۔ اللہ نے ہمیں ان تحائف وہدایا سے مستغنی کر دیا ہے۔ (الکواکب السائرۃ، ج:۱، ص:۲۲۹، رقم:۴۶۱)

کرامت: امام سیوطی علیہ الرحمہ کے خادم خاص حضرت محمد بن علی حباک علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قیلولہ کے وقت جب کہ آپ مصر کے علاقہ قرافہ میں شیخ جیوشی علیہ الرحمہ کی خانقاہ میں موجود تھے فرمایا اگر تم مرنے سے پہلے اس راز کو ظاہر نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھنے کا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی ٹھیک ہے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آنکھیں بند کر لو، میں نے آنکھیں بند کر لیں تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲۷ قدم چل کر فرمایا اب آنکھیں کھول دو آنکھیں کھولیں تو ہم باب معلیٰ پر تھے اور ہم نے وہاں ام المؤمنین حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت فضیل بن عیاض اور حضرت سفیان بن عیینہ علیہما الرحمہ وغیرہم کے مزارات کی زیارت کی پھر ہم حرم میں داخل ہوئے طواف کیا، زمزم شرف پیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھ گئے حتیٰ کہ ہم نے وہاں عصر کی نماز ادا کی پھر آپ نے مجھ سے

فرمایا یہ تعجب نہ کرو کہ ہمارے لیے زمین سمیٹ دی گئی بلکہ یہ تعجب کرو کہ یہاں مصر کے بہت سے مجاور موجود ہیں مگر انہوں نے ہمیں نہیں پہچانا پھر فرمایا اگر تم چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آجانا، میں نے عرض کی میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گا، ہم باب معلیٰ تک گئے پھر آپ نے مجھ سے فرمایا آنکھیں بند کرلو میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں تو وہ مجھے ۷؍قدم لے کر تیز چلے اور کہا اپنی آنکھیں کھولو، میں نے آنکھیں کھولیں تو ہم خانقاہ جیوشی کے قریب موجود تھے۔ (الکواکب السائرۃ، ج:۱ص:۲۲۹، ۲۳۰، الرقم:۴۶۱، جامع کرامات الاولیاء حرف العین، ج:۲، ص:۱۵۷، پوربندر گجرات)

وصال ومدفن: علم ومعرفت کا یہ آفتاب سات دن تک بائیں کلائی کے ورم میں مبتلا رہ کر بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر ۱۹؍جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ بمطابق ۱۷؍اکتوبر ۱۵۰۵ء کو دریائے نیل کے کنارے واقع روضۃ المقیاس میں غروب ہوگیا اور قاہرہ میں باب قرافہ کے باہر خانقاہ قوصون میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ ۶۱؍سال ۱۰؍ماہ ۱۸؍دن بقید حیات رہے۔ (الکواکب السائرۃ، ج:۱ص:۲۳۱، رقم:۴۶۱۔ النور السافر ص:۹۰)

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تأثرات: اساتذۂ عظام وعلمائے کبار آپ کی بلند پایہ علمی شخصیت کا اعتراف دنیائے اسلام کی عبقری شخصیتوں نے کیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے:

(۱) آپ کی خداداد ذہانت وذکاوت، فہم وفراست اور قوت حفظ وضبط دیکھ کر آپ کے اساتذہ ششدر رہ جاتے۔ اساتذہ آپ کی علمی برتری اور خوبی کے معترف تھے اور آپ کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ ”حسن المحاضرۃ“ میں اپنے استاذ علامہ ابوالعباس احمد بن احمد تقی الدین شبلی شمنی حنفی علیہ الرحمہ متوفیٰ ۸۷۲ھ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے شفا شریف کے حاشیہ میں واقعہ اسراء میں حضرت سیدنا ابوالحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث درج کی اور اس کو ابن ماجہ کی تخریج بتایا، میں نے کئی بار ابن ماجہ میں وہ حدیث تلاش کی مگر نہ ملی۔ ابن قانع کی ”معجم الصحابۃ“ میں تلاش کیا اس میں یہ حدیث موجود تھی۔ اپنے استاذ علامہ شبلی علیہ الرحمہ سے

عرض کیا۔انہوں نے محض میری سماعت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے نسخہ سے ابن ماجہ کی جگہ "معجم الصحابۃ لابن قانع" لکھ دیا۔اس بات سے میرے دل میں آپ کی عظمت مزید بڑھ گئی اور میں نے خود کو حقیر سمجھا، میں نے عرض کی: آپ تحقیق کے لیے تھوڑا رک بھی سکتے تھے۔ارشاد فرمایا: میں نے اپنے لکھے ہوئے الفاظ ''ابن ماجہ'' کو تبدیل کرنے میں ایک واضح دلیل کی پیروی کی ہے۔علامہ سیوطی فرماتے ہیں: **ولم انفک عن الشیخ الی ان مات** میں شیخ کے وصال تک ان کے ساتھ رہا۔(حسن المحاضرہ، ج:۱،ص:۳۳۷۔۳۳۸،الرقم:۷۷)

علامہ تقی الدین حنفی علیہ الرحمہ نے کئی مرتبہ تحریری اور زبانی طور پر اپنے قابل فخر شاگرد امام سیوطی علیہ الرحمہ کے علوم میں مقدم ہونے کا اظہار فرمایا اور آپ کی عظمت کو سراہا۔(التحدث بنعمۃ اللہ،ص:۲۴۶)

(۲) قاضی القضاۃ علم الدین بلقینی علیہ الرحمہ (متوفی ۸۶۸ھ) نے امام سیوطی علیہ الرحمہ کی زمانۂ طالب علمی میں لکھی ہوئی دو کتابیں ''شرح الاستعاذۃ والبسملۃ اور شرح الحیعلۃ والحوقلۃ" دیکھیں تو ان کی تعریف فرمائی اور ان پر تقریظ بھی لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے:

میں نے ان دو کتابوں کو کثیر فوائد پر مشتمل پایا اور انہیں اچھی باتوں اور خوبصورت الفاظ سے مزین دیکھا،حق یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں حضرت مصنف کی فضیلت کو اجاگر کر رہی ہیں۔ اللہ رب العزت مصنف کی کوشش قبول فرمائے۔(التحدث بنعمۃ اللہ،ص:۱۳۷)

(۳) امام نجم الدین محمد بن محمد غزی شافعی علیہ الرحمہ متوفیٰ ۱۰۶۱ھ امام سیوطی علیہ الرحمہ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ بڑے عالم، امام محقق، حافظ حدیث اور شیخ الاسلام ہیں اور آپ کی تصانیف نفع بخش ہیں۔(الکواکب السائرہ، ج:۱،ص:۲۲۷)

(۴) علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ متوفیٰ ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں: امام سیوطی علیہ الرحمہ ہمارے مشائخ کے شیخ ہیں جنھوں نے تفسیر ماثور کو زندہ کیا اور تمام متفرق احادیث کو اپنی کتاب جامع الاحادیث میں جمع کیا اور کوئی ایسا فن نہ چھوڑا جس میں متن یا شرح نہ لکھی ہو بلکہ بعض چیزیں تو آپ نے خود ایجاد کیں لہٰذا آپ اس بات کے مستحق ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے مجدد ہوں جیسا کہ آپ نے خود مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔آپ کا یہ دعوی مقبول و منظور ہے اور یہی میرے نزدیک

اظہر ہے۔(مرقاۃ،ج:۱،ص:۴۶۲،تحت الحدیث:۷۲۴،دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان)

(۵) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ(۱۳۴۰ھ) نے حضرت سیدنا امام سیوطی علیہ الرحمہ کے لئے"فتاوی رضویہ" میں مختلف مقامات پر جو القابات و دعائیہ کلمات استعمال فرمائے ہیں وہ یہ ہیں: امام جلیل، امام اجل، امام اجل واکرم، امام محقق، امام الامہ، خاتم الحفاظ والمحدثین، خاتمۃ الحفاظ المحققین، حافظ الشرق والغرب، جلال الملۃ والدین، جلال الملۃ والحق، جلال الملۃ والشرع والدین، المولی، مولانا، عالم، اعلم، علامہ عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی قدس سرہ، قدس سرہ المکین فاللہ ویجزیہ الجزاء الجمیل۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۲۳۳،۷۰۵،ج:۲۱،ص:۴۵۶،ج:۳۰،ص:۲۵۳،۲۶۹)

(۶) عرب شریف میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت سید محمد عبدالحی بن عبدالکبیر الکتانی علیہ الرحمہ (۱۳۸۲ھ) فرماتے ہیں: علامہ سیوطی علیہ الرحمہ آخری زمانے میں احادیث وآثار کو یاد کرنے، مختلف علوم وفنون پر مطلع ہونے اور کثرت تالیف کے لحاظ سے اسلامی نوادرات میں سے ہیں۔(فہرس الفہارس، حرف النون، ج:۲،ص:۱۰۱۱،رقم:۵۷۵)

(۷) حضرت عبدالحیٔ لکھنوی علیہ الرحمہ متوفیٰ ۱۳۰۴ھ فرماتے ہیں: میں نے خاتم الحفاظ علامہ عبدالرحمن جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کثیر کتابوں کا مطالعہ کیا تو انہیں نادر فوائد اور عالی شان نکات پر مشتمل پایا، ان کی تمام تصانیف ان کے تبحر، وسعت نظر اور دقت فکر کی گواہی دیتی ہیں، حق یہ ہے کہ آپ کو نویں صدی کا مجدد شمار کیا جائے۔(التعلیق المجد علیٰ موطا محمد رحمہ اللہ، الفائدۃ التاسعۃ فی ذکر من علق علی المؤطا، ج:۱،ص:۲۴،المیزان،لاہور)

قرنہا باید کہ یک مرد حق پیدا شود
بوسعید اندر خراساں واویس اندر قرن



مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

خدائے ذوالجلال والاکرام کے سوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت سے دوسرا کوئی واقف نہیں حتیٰ کہ بعدِ انبیاو مرسلین، تمام مخلوقاتِ الٰہی اِنس وجن وملک سے افضل

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَبَابَكْرٍ! وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، لَمْ يَعْلَمْنِي حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّيْ

اے ابوبکر! (تم پر میرے صبح وشام، لیل ونہار آشکار ہیں۔ میرے عادات و اطوار، میری سیرت وکردار، خلوت وجلوت اور میری پسند وناپسند کا معیار تمہارے سامنے ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم میری حقیقت سے بھی واقف ہو گئے ہو) قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔ (مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات، باب اسماء سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، ص: ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان/ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار، باب من جواہر الشیخ محمد الفاسی، ج: ۲، ص: ۲۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان)

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

”غالب! میں نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ثنا خدا پر چھوڑ دیا کیوں کہ صرف خدا ہی کی ذات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحیح مرتبہ جانتی ہے۔“

AL-JAMIATUL YAR ALVIA FAIZUL ULOOM
Sikandarpur, Basti (U.P.) India